SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Sunday, April 17, 1988.

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at ten of the clock in the morning, with Mr. Chairman (Mr. Ghulam Ishaq Khan) in the Chair.

(Recitation from the Holy Qur

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ
خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ
هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ
الرَّحِيْمُ ۝ هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ
السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا
يُشْرِكُوْنَ ۝ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى
يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Sunday, April 17, 1988.

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at ten of the clock in the morning, with Mr. Chairman (Mr. Ghulam Ishaq Khan) in the Chair.

(Recitation from the Holy Qur

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ
خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ
هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ
الرَّحِيْمُ ۝ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ
السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا
يُشْرِكُوْنَ ۝ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى
يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

ترجمہ - اگر ہم اس قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تو اس کو دیکھنا کہ اللہ کے خوف سے دب جاتا، پھٹ جاتا اور ہم اُن عجیب (موثر) مضمونوں کو لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں۔ تاکہ وہ سوچیں۔ اللہ وہی تو ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ جاننے والا ہے۔ پوشیدہ اور ظاہر کا۔ وہی نہایت مہربان ہے۔ بار بار رحم کرنے والا ہے۔ اللہ وہی تو ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ بادشاہ ہے، پاک ہے، سالم ہے، امن دینے والا ہے، نگہبانی کرنے والا ہے، زبردست ہے۔ خرابی کا درست کرنے والا ہے، بڑا عظمت والا ہے، پاک ہے اللہ لوگوں کے شرک سے، وہی اللہ تو پیدا کرنے والا ہے، ٹھیک ٹھیک بنانے والا ہے، صورت بنانے والا ہے، اسی کے اچھے اچھے نام ہیں، اسی کی تسبیح کرتی ہیں، جو چیزیں بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں، وہی زبردست ہے حکمت والا ہے۔

FATEHA

جناب چیئرمین: جزاک اللہ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، آپ سب حضرات کو یہ سُن کر دلی دُکھ ہوگا کہ سینیٹ کے سیکرٹری جناب عزیز احمد قریشی صاحب کی اہلیہ گزشتہ جمعرات کو ٹریفک کے ایک حادثے میں گوجرانوالہ کے قریب جاں بحق ہوگئیں۔ جب کہ قریشی صاحب خود ان دنوں، آئی، پی، یو، کانفرنس میں شرکت کی غرض سے ملک سے باہر گئے ہوئے تھے مرحومہ کی تجہیز و تکفین جمعہ کے روز ہی جناب قریشی صاحب کی عدم موجودگی میں اسلام آباد میں کرنا پڑی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ انہی دنوں جناب میر مٹھا خاں مری بھی انتقال کر گئے۔ میر مٹھا خاں مری ملک کے ایک دانشور اور مصنف اور بلوچستان کے ایک مایۂ ناز شاعر اور ادیب تھے۔ ان کی موت سے ادب کی دنیا میں جو خلاء واقع ہوگیا ہے

اس کا پڑ کرنا آسان نہیں ہوگا - خدا ان کو بھی غریق رحمت کرے - میری آپ سے التجا ہے کہ اجلاس کی باقاعدہ کاروائی سے پہلے متوفین کے لئے دعاء مغفرت فرمائیں - جناب محمد علی خاں صاحب -

Mr. Muhammad Ali Khan : Mr. Chairman, besides these two persons who have recently died, five other persons have also lost their lives as a result of a blast at Charsadda and one innocent person was killed at Landikotal. Besides a number of people have died after the recent tragedy here in Rawalpindi and Islamabad. May Almighty **Allah bless their souls of requist that Hazrat Kkawaja** Hameed-ud-Din Sahib may very kindly be asked to offer fateha.

جناب چیئرمین :- جناب فضل آغا صاحب بھی ایک ریزولوشن میر مٹھا خاں مری صاحب کی وفات پر **move** کرنا چاہتے ہیں -

Engr. Syed Muhammad Fazal Agha : Thank you, Sir, I beg to move a resolution of condolence on the sad demise of Mir Metha Khan Murree, a prominent Scholar, poet, writer and a journalist of Baluchistan who died on Friday last after a brief illness. The House may offer fet**eha** for the departed soul.

میر مٹھا خاں مری صرف بلوچستان کے ہی نہیں بلکہ پاکستان کے مایہ ناز سکالر اور شاعر تھے اور جرنلزم اور ملکی سیاست میں ان کی بڑی خدمات ہیں - ان کو صدر صاحب کی طرف سے پرائیڈ آف پرفارمنس بھی ملا تھا - اس موقع پر گزارش کی جاتی ہے - کہ ان کے لئے بھی دعائے مغفرت کی جائے -

(مذکورہ بالا مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کی گئی)

جناب چیئرمین:۔ شکریہ، اب اجلاس کی باقاعدہ کاروائی شروع کرتے ہیں۔

Further discussion on the following motion moved by Mr. Wasim Sajjed, Minister for Justice and Parliamentary Affairs on the 14th of April, 1988.

Professor Khurshid Ahmed : Point of order Mr. Chairman.

جناب چیئرمین:۔ جی فرمائیے۔

پروفیسر خورشید احمد:۔ قبل اس کے کہ ہم عام ڈسکشن پر آئیں۔ چونکہ شاید یہ اِس سیشن کا آخری اجلاس ہو۔ میں آپ کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ کہ نیشنل ٹیکسیشن ریفارمز کمیشن کی رپورٹ پر بھی ہمیں بحث کرنا تھی۔ نیشنل اسمبلی میں اس پر ڈسکشن ہو گئی ہے اور سینیٹ اب تک اس پر بحث نہیں کر سکی۔ سینیٹ کی اپنی کمیٹی نے جو رپورٹ دینا تھی اسے بھی زیر بحث آنا تھا۔ اور نیشنل اسمبلی میں جو رپورٹ پیش ہوئی ہے وہ ابھی تک یہاں سرکولیٹ نہیں ہوئی ہے۔ جناب والا! ذرا اس کے بارے میں گورنمنٹ کو متوجہ کریں۔ کہ کوئی نہ کوئی اس کا وقت مقرر کریں اور یہ بڑا اہم ایشو ہے جس پر سینیٹ کو گفتگو کرنی چاہیئے۔

جناب چیئرمین:۔ میرے خیال میں اس کے متعلق بھی بات کرتے ہیں لیکن مجھ سے ایک بھول ہوئی، رخصت کی، جو اسپیں پیش نہیں کیں۔ عام طور پر یہ وقفہ سوالات کے بعد ہوتی ہیں اور چونکہ سوالات نہیں تھے تو میں بھول ہی گیا۔

LEAVE OF ABSENCE

جناب چیئرمین :۔ جناب غلام فاروق صاحب ناسازی طبع کی بنا پر ایوان میں ۱۴ اپریل کو شرکت نہیں کر سکے ۔ اس لئے انہوں نے ایوان سے اس تاریخ کے لئے رخصت کی درخواست کی ہے ۔ اور انہوں نے آج ۱۷ اپریل کو بھی رخصت کی درخواست کی ہے ۔ کیا ایوان انکی رخصت منظور کرتا ہے ۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین :۔ جناب عالم علی لالیکا نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر ایوان سے ۱۷ اپریل کے لئے رخصت کی درخواست کی ہے ۔ کیا ایوان ان کی رخصت منظور کرتا ہے

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین :۔ جناب عبدالحمید بلوچ نے ناسازی طبع کی بنا پر ایوان سے ۱۷ اپریل کے لئے رخصت کی درخواست کی ہے ۔ کیا ایوان انکی رخصت منظور کرتا ہے ۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین :۔ محمد اسحاق بلوچ صاحب نے ناسازی طبع کی بنا پر ایوان سے ۱۷ اپریل کے لئے رخصت کی درخواست کی ہے ۔ کیا ایوان کی رخصت منظور کرتا ہے ۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین :۔ جناب میر نبی بخش زہری نے علالت کی بنا پر ایوان سے حالیہ مکمل اجلاس کے لئے رخصت کی درخواست کی ہے ۔ کیا ایوان ان کی درخواست منظور کرتا ہے ۔

(درخواست منظور کی گئی)

جناب چیئرمین :۔ جناب صاحبزادہ سلطان عبدالمجید نے اپنی ذاتی مصروفیات کی بنا پر ایوان سے ۱۷ اپریل کے لئے رخصت کی درخواست کی ہے ۔ کیا ایوان ان کی رخصت منظور کرتا ہے ۔

(رخصت منظور کی گئی)

DISCUSSION ON THE PRESIDENT'S ADDRESS

Mr. Chairman : Now, we come to the main item on the agenda namely :

Further discussion on the following motion moved by Mr. Wasim Sajjad Minister for Justice and Parliamentary Affairs, on the 14th April, 1988 :-

> "This House expresses its deep gratitude to the President of Pakistan for his gracious Address to both Houses assembled together on the 7th April, 1988".

There was an amendment moved to this motion by Prof. Khurshid Ahmed. I do not think I would read it out again but I think it was decided by the House that while speaking on the motion moved by Mr. Wasim Sajjad, the amendment moved by Prof. Khurshid Ahmed would also be kept in mind.

The following speakers have already expressed their views on the subject :

Mr. Hasan A. Shaikh
Prof. Khurshid Ahmed
Mr. Muhammad Tariq Chaudhary, and
Mr. Ahmed Mian Soomro

As for the list of speakers for today, I will take them up in the order in

which they appear on the list. The first is Mr. Muhammad Mohsin Siddiqui. May I request him to please take the floor.

<u>جناب محمد محسن صدیقی</u>:۔ جناب چیئرمین! میرا یہ بالکل ارادہ نہ تھا کہ میں ان دستوری قانونی اور روائتی بحثوں میں خود کو مبتلا کروں یا ان کے متعلق کچھ ذکر کروں، وجہ یہ نہیں کہ میں اس سے نابلد ہوں، وجہ یہ نہیں کہ مجھ میں اس کی صلاحیت نہیں، میں نے بھی اپنی زندگی کے ۴۶ سال اسی قانون اور دستور کی بحث میں گزارے ہیں، مگر جب دستور کی باتیں، جب پارلیمنٹری practicises کی باتیں اور اس قسم کے مسائل ہمارے سامنے آتے ہیں تو یقین مانیئے میرا دل لرزنے لگتا ہے۔ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ چالیس سالہ زندگی جو گزری ہے۔ اس میں اُن بحثوں نے ہمیں کہاں سے کہاں پہنچا دیا آیئے ہم ذرا سا ماضی کی طرف اپنا رُخ کریں اور دیکھیں کہ ۱۹۴۷ سے لے کر اس ملک میں کیا کیا دستوری اور روائتی بحثیں چلیں اور ان کے کیا نتائج نکلے۔ پہلی فرصت میں دستور ساز اسمبلی نے جب سکہ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ اور لیاقت علی مرحوم بھی زندہ تھے ایک Basic Committee بنائی، یہ کمیٹی فوراً قرارداد مقاصد کے بعد بنائی گئی، مقصد یہ تھا کہ ملک کا دستور تیار کیا جائے، اس وقت تک جیسا کہ آپ کو معلوم ہے۔

The Government of India Act, 1935, as amended and adopted by Pakistan was the Constitution of Pakistan.

اس کمیٹی نے بڑی جانفشانی سے بڑی کوشش سے اپنی رپورٹ مرتب کی، اس کے فوراً بعد لیاقت علی خاں کی شہادت ہوئی اور اس کے بعد ناظم الدین صاحب نے اپنے کو گورنر جنرل کی حیثیت سے خود Prime Minister nominate کیا اور اس کا اگر legal documents بنایا جائے تو اس کا legal documents یوں بنے گا۔

[Mr. Muhammad Mohsin Siddique]

"I, His Excellency, Nazimuddin, do hereby call upon Mr. Nazimuddin to form a Government, as His Excellency is convinced that Mr. Nazimuddin who is not a Member of the Constituent Assembly still enjoys the confidence of the House."

اور اسی سازش کے تحت، دستوری سازش کے تحت ایک ایسے آدمی کو سربراہ مملکت مقرر کیا گیا جنہیں ہم غلام محمد کے نام سے یاد کرتے ہیں، اس کے بعد ایک دور شروع ہوتا ہے انہی بحثوں کا کہ گورنر جنرل کو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ میں کیا پاورز اور کیا اختیارات حاصل تھے، اُن اختیارات کا استعمال ہم نے دیکھا کہ ایک پرائم منسٹر کو، جو یقیناً شروع میں نہ آئین ساز اسمبلی کا ممبر تھا نہ اس کے پاس اکثریت تھی انہوں نے وزارت عظمیٰ کا عہدہ سنبھالا چونکہ وہ مسلم لیگ کے ان پرانے رہنماؤں میں سے تھے، جن کی قدر و منزلت لوگوں کے دلوں میں تھی لہذا انہوں نے unanimous majority حاصل کرلی تھی مگر کیبنٹ کی میٹنگ بلا کر نامزد گورنر جنرل نے انہیں ڈسمس کردیا، یہ پہلا دستوری مسئلہ تھا۔ جو آپ کے سامنے آیا، اس کے ساتھ جو اس کے اوپر بحث و تمحیص چلی، عدالتوں میں جو مقدمات کئے گئے اس کے متعلق میں کوئی تفصیلی جائزہ لے کر ہاؤس کا وقت نہیں لینا چاہوں گا۔ اس لئے کہ سب اس سے واقف ہیں۔ اس کے بعد نتیجۃً ایک دوسری گورنمنٹ بنائی گئی اور اسی طریقے سے باہر سے ایک آدمی کو لایا گیا۔ جو اسمبلی ممبر نہ تھا۔ اور اس نے پرائم منسٹر کی حیثیت سے حلف اٹھایا بہرصورت لوگوں نے اسے بھی قبول کرلیا۔ اب پھر ایک بحث کا آغاز ہوا کر آیا جو Basic Committee Report — ہے۔ اس کے متعلق کیا کیا جائے۔ دستور کیسے بنایا جائے، اس بحث کو اس قدر طول دیا گیا۔ کہ اس کے اوپر باقاعدہ صوبوں سے سفارشات اور اعتراضات ہوئے اور وہ صرف اس لائبریری کی زینت بنی رہی جو آئین ساز اسمبلی آف پاکستان عمارت میں تھی، اسی دوران میں یہ خدشہ محسوس ہوا کہ چونکہ ابھی دستور بنا نہیں ہے۔

کہیں گورنر جنرل پھر کوئی ایسا اقدام نہ اٹھائے جیسا کہ ناظم الدین صاحب کی ڈسمسل کی صورت میں اٹھایا تھا۔ چنانچہ ایم ایچ گزدر صاحب نے ایک ترمیم پیش کی جس سے گورنر جنرل کی نہ صرف وہ پاور جو اس گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ میں تھی۔ بلکہ دوسری پاورز بھی اس میں سے حذف کی گئیں نتیجتاً پھر ایک دستوری **tangle** شروع ہوا جس کے نتیجے میں وہ آئین ساز اسمبلی غیر قانونی طریقے سے توڑ دی گئی اور ایک دستور ساز اسمبلی بلائی گئی اور وہ مقدمات جو اس سلسلے میں ہائی کورٹ آف سندھ اور سپریم کورٹ میں تھے اور جن کے متعلق ہم سے زیادہ آپ واقف ہیں اُن کا نتیجہ کیا ہوا ہم پھر اسی دستوری بحران میں مبتلا ہو گئے۔

پھر یہ دستور ساز اسمبلی بنائی گئی ۔ اس دستور ساز اسمبلی نے کوشش کی کہ کسی طرح دستور مرتب کیا جائے، ۱۹۵۶ میں بڑی کاوش، بڑی محنت بڑی جانفشانی کے بعد وہ دستور بنایا گیا دستور بن تو گیا مگر اس وقت کے گورنر جنرل سکندر مرزا صاحب نے کہا کہ وہ اس پر اس وقت تک دستخط نہیں کریں گے۔ جب تک

Absolute majority of the Members of the Constituent Assembly sign his nomination

چنانچہ یہ ہوا کہ راتوں رات ہی کوششیں کی گئیں صبح تک تمام ممبران اسمبلی نے صدر کی نامزدگی کے اوپر دستخط کئے اس کے بعد اس پر بھی اکتفا نہ کیا گیا اور یہ کہا گیا کہ آئین ساز اسمبلی سے تمام ممبران جلوس کی شکل میں گورنر جنرل ہاؤس آئیں اور وہاں وہ پیش کریں چنانچہ میری انہی آنکھوں نے دیکھا کہ جناب سب لوگ جلوس کی شکل میں جاتے ہیں اور پھر وہاں گورنر جنرل صاحب اس پر دستخط کرتے ہیں اور اپنی نامزدگی کو منظور کرتے ہیں۔ مگر وہ دستور بھی جو یقیناً بڑے انہماک کوشش اور دیانتداری سے بنا تھا۔ تھوڑے دنوں کے بعد منسوخ ہو جاتا ہے اور ایک مارشل لاء کی شکل آپ کے سامنے آتی ہے اس مارشل لاء کی شکل میں آپ نے دیکھا پھر دستوری مشکلات اور دستوری کاوشیں اور دستوری کوششیں شروع ہو جاتی ہیں۔ نتیجتاً اس وقت کے مارشل ایڈمنسٹریٹر جناب ایوب خاں

[Mr. Muhammad Mohsin Siddique]

نے ایک نیا سسٹم رائج کر دیا۔ بنیادی جمہوریت اور صدارتی نظام کا اس سے ابھی نجات نہ ملی تھی۔ کہ اور مختلف ایشوز پیدا ہونا شروع ہوئے۔ یہاں تک کہ وہ خود ایوب خاں چل بسے اور ان کے بنائے ہوئے دستور اور ان کے بنائے ہوئے ادارے ان کے ساتھ چل بسے۔
اب یحییٰ خاں صاحب تشریف لائے انہوں نے ہر وہ چیز جو متعین تھی۔ اور متفق علیہ تھی انہوں نے Parity اور One Unit اور one man one vote سب کو ختم کیا اور رائج کیا جب one man one vote رائج ہو گیا تو ایسٹ پاکستان جس کی آبادی یقیناً ۵۶ فیصد تھی اس کی اکثریت ہوئی اور جب مجیب نے claim کیا کہ میں اکثریتی پارٹی کا لیڈر ہوں۔ مجھے وزارت عظمیٰ دی جائے تو کہا ضرور تمہیں وزارت عظمیٰ دی جائے گی مگر سب سے پہلے آپ متفقہ طور پر میری صدارت کو قبول کریں۔ چنانچہ اس کے بعد جو حالات ہوئے اور جو سانحہ مشرقی پاکستان کا پیش آیا وہ آپ کے سامنے ہے۔ اس کے بعد خدا خدا کرکے ایک دوسرا طریقہ کار متعین ہوا۔ بھٹو یقیناً ویسٹ پاکستان کی حدود تک مقیم رہا۔ پھر بھی دستور کی بحثیں شروع ہو گئیں بڑی مشکل اور بڑی کاوش سے ۱۹۷۳ء کا دستور متفقہ رائے سے پاس ہوا جو بڑی قابل داد بات ہے۔ اب اس دستور کے بھی چلنے میں دقتیں پیدا ہوئیں۔ اس میں کئی amendments کی گئیں جو یقیناً اس دستور کے منافی تھیں جو اس کی سپرٹ تھی جو متفقہ فیصلہ تھا۔ اس کے بھی منافی تھیں۔
بہر صورت دیکھا کہ وہ دستور بھی نہیں چلا نتیجتاً ایک بار پھر مارشل لاء ہمارے سروں پر مسلط ہو گیا۔ چنانچہ آٹھ نو سال تک مارشل لاء مسلط رہنے کے بعد اب ۷۳ء کے دستور میں مختلف amendments کر کے یہ سمجھا گیا کہ اس میں بیلنس آف پاور اس طرح متعین کی جائے کہ ایک عہدہ دار پرائم منسٹر ہو۔ جو چیف ایگزیکٹو ہو مگر صدر مملکت کو بھی کچھ اختیارات حاصل ہوں۔ توازن اختیارات کے لئے یہ ایک فارمولا نکالا گیا۔ جب یہ ہاؤس غیر جماعتی بنیاد پر منتخب ہو کر آیا تو اس دستور میں بھی amendments کی ضرورت پڑی۔ آٹھویں

ترمیم کی گئی - ایک ہمارے محترم دوست نے کہا ہے کہ وہ زبردستی کرائی گئی۔ جس طرح بھی کرائی گئی آپ نے اُن کو منظور کیا اور منظور کرنے کے بعد اب دو عہدے اس طرح ہمارے دستور میں ہیں - کہ اگر باہم افہام و تفہیم سے چلائے جائیں تو میرے نزدیک چل سکتے ہیں اور اگر پھر ہم اُن دستوری ، قانونی اور روائتی چپقلشوں اور ریشہ دوانیوں میں ملوث کرینگے تو پھر یہ ذاتیات کا مسئلہ بنے گا اور یہ ملک جو بڑی مشکل سے جمہوری اقدار کی ڈگر پر چل رہا ہے یہ پھر کہیں اپنی ڈگر سے نہ ہٹ جائے گا۔

جب میں کہتا ہوں کہ میرے دل میں وسوسہ اور خدشہ پیدا ہوتا ہے - تو وجہ صرف یہی ہے اس ایوان میں تین ساڑھے تین سال کی ہماری زندگی ہونے والی ہے - ہمیں معلوم ہے اور ہم پوری ذمہ داری سے محسوس کرتے ہیں کہ اس وقت ہمارے جمہوری نظام میں کچھ کمزوریاں ہیں - مگر خدارا اُن کو ہوا نہ دیں - خود صدر اور وزیراعظم یہ کہتے ہیں ان کے باہمی تعلقات نہایت ہی خوشگوار ہیں بلکہ قابل فخر ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنے مفروضہ اختلافات کو بروئے کار لاکر عوام کو ایک ذہنی انتشار میں مبتلا کریں۔

میری ان حضرات سے دردمندانہ اپیل ہوگی - کہ اس وقت اس ملک میں اس بحث پر زیادہ وقت نہ گزارا جائے چونکہ میرا اصل مقصد اس تمہید اور تبصرے سے اس حد تک ہے کہ ہمیں اس نقطہ نگاہ سے دیکھنا ہے کہ ہمیں خوش اسلوبی سے یہ ملک چلانا ہے ہمارے دستوری مسائل اپنی جگہ لیکن جو ملک کے مسائل ہیں جو قوم کے مسائل ہیں جو عوام کے مسائل ہیں ان کی طرف توجہ دینی چاہئے - میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس سلسلے میں صدر کا خطاب پڑھا جائے تو اس میں بہت سے ایسے اچھے کاموں کی نشاندہی کی گئی ہے اگر میں اس کے کسی حصے سے متفق نہیں ہوں تو میں اسے نظر انداز کرنے کو تیار ہوں مگر اس کے جو اچھے حصے ہیں میں ان کو چھوڑنے کو تیار نہیں ہوں - میں کوشش یہ کروں گا کہ صدر محترم کی تقریر اور ان کے خطاب میں جن مسئلوں اور معاملات کی نشاندھی کی گئی ہے ان کی طرف اس ایوان کی توجہ مبذول کراوں گا۔

[Mr. Muhammad Mohsin Siddique]

سب سے پہلا مسئلہ جو یقیناً ہم سب کے لئے اہم ہے اور جس سے قوم ہم سے بہت سی امیدیں وابستہ رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ جب ہم نے ملک بنایا تھا تو ہم صرف پاکستانی تھے لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا گیا ہم صوبائیت، علاقائیت اور مختلف گروہ بندیوں میں مبتلا ہوتے گئے اب یہ اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ میں نے لوگوں کو پاکستان کے اندر اپنے کو پاکستانی کہتے نہیں دیکھا جسے دیکھتا ہوں جس سے بات کرتا ہوں وہ کہتا ہے کہ میں پنجاب کا ہوں۔ دوسرے سے بات کرتا ہوں وہ کہتا ہے میں پٹھان ہوں۔ میں فرنٹیئر کا ہوں۔ تیسرے سے بات کرتا ہوں وہ کہتا ہے میں سندھی ہوں۔ نیا سندھی ہوں یا پرانا سندھی ہوں، چوتھا کہتا ہے میں بلوچ ہوں، اس سے بڑھ کر آگے لسانی جھگڑے اس اس آگے بڑھیئے تو معلوم ہوگا کہ regionalism and localism بھی سامنے آرہے ہیں۔ اب یہ چھوٹے چھوٹے علاقائی، مقامی، لسانی مسائل پیدا ہو رہے ہیں جن سے ملک کی سالمیت کو سخت خطرہ ہے۔ دستور تو ہم بعد میں بنائیں گے۔ پہلے یہ سوچیں کہ آیا یہ ملک قائم بھی رہے گا اس ملک کو قائم رکھنے کا آیا یہ وتیرہ ہے یا یہ طریقہ ہے کہ خود کو چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں بانٹیں۔ ہم اپنے آپ کو چھوٹے چھوٹے گروہوں میں بانٹیں اور یہی نہیں صرف زبانی بحث و مباحثہ ہو بلکہ آگ و خون سے بھی کھیلنے لگیں۔ آپ کو کراچی کے حالیہ واقعات اور دوسرے واقعات معلوم ہیں۔ اس لئے میں اس کی طرف صرف اشارہ کرونگا اور مزید تفصیلات میں جانا نہیں چاہوں گا۔

میری گزارش یہ ہے۔ سب سے پہلے ہمیں اپنے آپ کو پاکستانی بنانا ہے اور اس کے لئے انتہائی ضروری ہے کہ ایسے قانونی اقدام اٹھائے جائیں جو ممکن ہے انقلابی ہوں کیونکہ قومیں ضرورت کے لحاظ سے اپنے مسائل کو حل کرتی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ سب سے اہم اور ضروری یہ کہ ہم ایک قلم سے تمام صوبائی boundaries کو ختم کر دیں اس لئے کہ یہ صوبے ہم نے نہیں بنائے۔ یہ صوبے انگریز نے بنائے تھے اور انگریز نے اس لئے بنائے تھے کہ وہ اپنی ایڈمنسٹریشن کو آسانی سے چلا سکے اور

جہاں جہاں اس کو اپنی ایڈمنسٹریشن میں مشکلات پیش آئیں ۔ اسی طریقے سے ان صوبوں کی ہیئت کذائی بھی تبدیل ہوتی رہی ۔ کبھی سندھ بمبئی کا حصّہ تھا ۔ بعد میں سندھ صوبہ بن گیا ۔ اسی طریقے سے پنجاب پہلے پورا پنجاب تھا ۔ پارٹیشن کے بعد جیسے ضرورت ہوئی تو پنجاب ایسٹ پنجاب اور ویسٹ پنجاب بن گیا ۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ صوبے دراصل کسی مستقل حد بندی کی نشان دہی نہیں کرتے اور خصوصاً وہ لوگ جو پاکستان میں رہتے ہیں انہیں صرف پاکستانی کی حیثیت سے خود کو موسوم کرنا ہے اور پاکستانی کہلانا ہے اگر یہ نہ کیا گیا تو آپ یقین مانیئے دستور تو رکھے رہیں گے مگر قوم و ملک کا مستقبل بہت تاریک ہو جائے گا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

جناب چیئرمین :۔ قطع کلامی معاف میں تقاریر پر ٹائم کی کوئی پابندی نہیں لگانا چاہتا لیکن ٹائم واقعی کم ہے اور کوئی دس مقرر میری لسٹ پر ہیں اور میرے خیال میں زیادہ سے زیادہ ۱۵۰ منٹ کا یہ اجلاس ہوگا ۔ لہٰذا میری آپ سے بھی درخواست یہ ہوگی اور آپ کے بعد باقی جو حضرات تقاریر کر رہے ہیں وہ بھی وقت کی پابندی کا ذرا خیال رکھیں ۔

جناب محمد محسن صدیقی :۔ جناب چیئرمین : آپ نے دیکھا ہوگا ۔ میری کوشش اور کاوش شروع سے یہ رہی کہ صرف اشارہ کروں ۔ آپ کی توجہ مبذول کراؤں ۔ تفصیلات میں نہ جاؤں اور یہی میری کوشش رہے گی ۔ میں جہاں انتہائی ضروری نہ ہو وہاں تفصیلات میں بالکل نہ جاؤں اور کوشش یہ کروں کہ کم سے کم وقت میں اپنے مافی الضمیر کو آپ کے سامنے اور اس ایوان کے سامنے پیش کر سکوں

[Mr. Muhammad Mohsin Siddique]

جناب والا! میں گزارش یہ کر رہا ہوں کہ جب تک لسانی صوبائی، علاقائی قضیے اور جھگڑے ختم نہیں ہوں گے اس وقت تک پاکستانی قومیت ابھر کر سامنے نہیں آسکتی اور جب تک اس ملک کا ہر شخص اپنے آپ کو پاکستانی کہہ کر فخر محسوس نہیں کرے گا، اس وقت تک اس کا مستقبل تابناک نہیں ہوگا۔

دوسرا مسئلہ جو بہت بڑا مسئلہ ہے۔ وہ ہے امن و امان کا مسئلہ۔ میں چونکہ ایک ایسے علاقے سے تعلق رکھتا ہوں جہاں کی صورت حال دو سال سے مسلسل تشویشناک ہے۔ مسائل بہت سے ہیں، اور یقیناً حل طلب ہیں، لیکن ان کے حل کرنے کا کوئی جذبہ مجھے آج تک نظر نہیں آیا، وقتی ضرورت کے لحاظ سے کچھ ایسے اقدامات کئے جاتے ہیں۔ جن سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ شاید آئندہ کے لئے کچھ صورت نکل آئے مگر چونکہ یہ وقتی اقدام ہیں۔ اس لئے وقتی طور پر ہی اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس کے بعد پھر صورت حال ویسی ہی رہتی ہے۔ اس سلسلے میں سب سے بڑا مسئلہ کراچی اور سندھ کا ہے، کراچی میں گلی گلی کوچے کوچے میں ایسے لوگ جو مخرب اخلاق حرکات میں ملوث ہیں۔ وہ قوم کے مجرم ہیں، جیسے حشیش، ہیروئن اور غیر قانی اسلحہ کے کاروبار میں ملوث لوگ، ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ صاحب! یہ صوبائی مسئلہ ہے، اس سلسلے میں جب بھی یہاں بحث ہوئی، یہی کہا گیا۔ میں بڑے ادب سے یہ گزارش کروں گا کہ یہ صوبائی مسئلہ نہیں ہے، اس لئے کہ ہیروئن کے کراچی میں کوئی کارخانے نہیں ہیں حشیش نام کی کوئی چیز وہاں پیدا نہیں ہوتی ہے۔ کہ اسلحہ بنانے کی کوئی legal or illegal فیکٹری وہاں نہیں ہے، تو ایسی صورت میں یہ چیزیں جہاں سے چلتی ہیں، جہاں پیدا ہوتی ہیں۔ وہاں اسے روکنے کی ضرورت ہے۔ پورا صوبہ سرحد پورا پنجاب اور پورا سندھ کراس کرکے یہ چیزیں کراچی پہنچتی ہیں۔ جب تک آپ

at source اس کو ختم نہیں کریں گے اس وقت تک یہ چیزیں ختم نہیں ہو سکتیں۔ میں نے مانا اور میں اندازہ بھی کر سکتا ہوں کہ at source ۱۰۰٪ فیصدی شاید آپ کو کامیابی نہ ہو مگر کم از کم آپ کو ۸۰ یا ۹۰ فیصدی کامیابی تو حاصل ہو سکتی ہے۔ پھر صوبائی حکومتیں اور ان کے اعمال، ان کی پولیس یقیناً دس فیصدی یا بیس فی صدی لوگوں کی جو اس کام میں ملوث ہیں دیکھ بھال کر سکتی ہے اور متعلقہ صوبوں میں امن و امان کی نگران ہو سکتی ہے۔ امن و امان پر بحث کے وقت بھی میں نے اس سلسلے میں کہا تھا کہ ایک فیڈرل فورس بنائی جائے جس میں ملک کے نامور، اچھے، ایماندار، دیانتدار افسران شامل ہوں، ان کا کام ہی یہ ہو، ان کے ذمہ صرف ایک ہی ڈیوٹی ہو کہ وہ کسی طریقے سے اس لعنت کو یہاں سے ختم کریں۔ کیونکہ اس لعنت سے ہمارے نوجوانوں کی زندگیوں سے کھیلا جا رہا ہے۔ بلکہ اس سے جو بے انتہا، بے تحاشا، ناجائز دولت اس ملک میں جمع ہو رہی ہے، جس کا یقیناً جائز استعمال بہت مشکل ہے، اس کا استعمال ناجائز چیزوں کے لئے ہو گا۔ اس کی روک تھام کرنا بھی ضروری ہے۔

جناب والا! آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ ملک کی جو سفید اکانومی ہے، اس میں اور بلیک اکانومی میں دو گنا فرق ہے۔ یہ بھی ایک بہت بڑا مسئلہ ہے جسے ہم نے Tackle کرنا ہے اور اس کے لئے میں حکومت کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ایسے قوانین مرتب کرے کہ جس سے اصلاح ہو سکے، اور ایسی سزائیں مقرر کی جائیں جو عبرت ناک ہوں اور ایسی عدالتیں قائم کی جائیں جو ان کو عبرت ناک سزائیں دے سکیں۔ تیسرا مسئلہ، جس کی نشاندھی کی گئی ہے اور جس سے میں متفق ہوں وہ ہے۔ انصاف کا عدم حصول۔ اس ملک میں ہر چیز حاصل کرنا آسان ہے۔ مگر انصاف ایک ایسی چیز ہے جسے کسی نوعیت سے بھی

[Mr. Muhammad Mohsin Siddique]

عام آدمی کے لئے حاصل کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ مسئلے کے تین پہلو ہیں، پہلا پہلو تو یہ ہے کہ کسی مہذب قوم اور کسی مہذب ملک میں انصاف کے حصول کے لئے کوئی مقررہ فیس نہیں ہوتی ہے۔ بدنصیبی سے انگریز نے ہمارا جو نظام انصاف بنایا تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ جو کچھ بھی ہو اس کا خرچہ کورٹ فیس سے پورا کیا جائے۔ چنانچہ اس نے کورٹ فیس کی جو حدود متعین کی تھیں، اس میں ہم برابر اضافہ کرتے رہے۔ آپ کسی بھی مہذب ملک میں چلے جائیں، وہاں کوئی کورٹ فیس نہیں ہو گی۔ اگر کسی کو انصاف حاصل کرنا ہے تو اسے دستاویزی طریقے سے اپنے claim کو پیش کرنا ہوتا ہے اور پھر اسی کے اوپر ساری کارروائی شروع ہو جاتی ہے۔ اس لئے اولین فرصت میں حکومت کو چاہئے کہ کورٹ فیس کا مسئلہ فوراً ختم کر دے تاکہ ایک عام آدمی انصاف حاصل کر سکے۔

دوسرا پہلو عدالتوں کی تعداد کا ہے۔ آج بھی ہر کورٹ میں ہزاروں کی تعداد میں original cases and appeals پڑی ہوئی ہیں۔ اس لئے نہیں کہ جج کام نہیں کرتے ہیں، اس لئے نہیں کہ وہ باصلاحیت نہیں ہیں، اس لئے نہیں کہ ان میں کام کرنے کا جذبہ نہیں ہے۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ جس طریقے سے litigation بڑھ رہا ہے اس کے لحاظ سے عدالتوں میں زیادہ مقدمات دائر ہو رہے ہیں۔ ایک مرتبہ جناب وزیر قانون نے فرمایا تھا کہ ہماری مشکل یہ ہے کہ ہمارے پاس ججز کو بٹھانے کے لئے جگہیں نہیں ہیں، اور نہ ہی سٹاف پورا ہوتا ہے، اور نہ ہی ہمارے پاس دوسری سہولتیں ہیں۔ خدارا ان سہولتوں کے حصول کے لئے کوئی منصوبہ بندی کریں۔ آپ کا یہ فرض منصبی ہے کہ آپ لوگوں

کو انصاف مہیا کریں ، اس کے لئے اگر کچھ خرچ کرنا پڑتا ہے ، ایڈھاک بیسز کے اوپر بھی کچھ خرچہ کرنا پڑتا ہے تو فوراً کیا جائے اور جلد از جلد اس کام کی طرف توجہ کی جائے۔

چوتھا مسئلہ رشوت ستانی کا ہے۔ رشوت ستانی کے متعلق میں اپنے پیش رُو مقررین سے اتفاق کرتا ہوں کہ رشوت بہت بڑھ گئی ہے۔ مگر اس کی وجوہ کیا ہیں ، وجوہ وہی معاشرے کی خرابیاں ہیں۔ جب سے مختلف ادوار میں ہیروئن اور حشیش اور دیگر غیر قانونی کاروبار چلے ہیں۔ لوگوں کے پاس اتنی دولت آئی ہے ، لوگوں کے پاس اتنا پیسہ آیا ہے کہ یہ لوگ ہر ناجائز کام پیسے سے کرانا چاہتے ہیں ، ظاہر ہے کہ افسران چاہے وہ پولیس کے ہوں ، یا دوسرے اداروں کے ہوں ، اُن کو temptation رہتی ہے۔ اگر آپ اس طرف توجہ کریں گے تو اس کے بھی انشاء اللہ خاطر خواہ نتائج نکلیں گے۔ اس کے علاوہ آپ نے جتنے بھی انٹی کرپشن اسٹیبلشمنٹ بنائے ہیں ، میرے نزدیک ان کی کارکردگی نہایت ہی مایوس کن ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر انسداد رشوت ستانی کے لئے انٹی کرپشن ادارہ بنایا ہے تو اس کے سربراہ بھی پولیس کے افسران ہی بنائے جاتے ہیں اور نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ بعض افسر جو اپنی زندگی میں سب سے زیادہ کرپٹ تھے وہ انٹی کرپشن کمیٹی کے چیئرمین متعین رہے ہیں ایسی شکل میں آپ کس طرح سمجھتے ہیں کہ رشوت ختم ہو سکتی ہے۔ اس لعنت کو ختم کرنے کے لئے بڑی اہم بات یہ ہے کہ عوام میں جذبہ پیدا کیا جائے کہ وہ رشوت دینے سے اجتناب کریں مگر اس کے لئے پہلے ضروری یہ ہے کہ آپ ایسا انتظام کریں کہ ان کو بغیر پیسہ کے حق وانصاف مل سکے اگر آپ ایسا کر سکیں تو یقیناً اُن کو کوئی شوق تو نہیں ہوگا کہ وہ ضرور رشوت دیں اور اپنی گاڑھے پسینے کی کمائی ضائع کریں۔

[Mr. Muhammad Mohsin Siddique]

جناب والا! اس سلسلے میں ایک بڑا اچھا قدم اٹھایا گیا تھا وہ تھا وفاقی محتسب کا قیام اور اس ادارے کی پانچ چھ سال کی جو کارکردگی ہے یقیناً یہ قابلِ تعریف ہے۔ مگر ایک محتسب اعلیٰ کے ریٹائر ہونے کے بعد آج تک، تقریباً ڈیڑھ سال کا عرصہ گزرنے کے باوجود بھی دوسرے کا تقرر نہیں ہوا ہے، قائمقام محتسب اعلیٰ یقیناً بڑے اہل ہیں۔ بڑے سمجھدار ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ خود اس قابل ہیں کہ انہیں مستقل وفاقی محتسب بنا دیا جائے۔ گورنمنٹ اس سلسلے میں کوئی نہ کوئی فیصلہ کرے کیونکہ یہ وہ آفس ہے جس کی افادیت لوگوں کے سامنے آگئی ہے اور پھر حکومت بھی اس بات کو مانتی ہے کہ محتسب کا یہ ادارہ بڑا اچھا کام کر رہا ہے۔ اس نے بڑی اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے اور اسے مضبوط سے مضبوط تر ہونا چاہئے اس سے لوگوں کو بغیر پیسہ خرچ کئے ہوئے، بغیر کورٹ فیس لگانے کے انصاف مل سکتا ہے۔

ایک اور مسئلہ ہے جس کی طرف اس ہاؤس نے بڑی توجہ دی ہے وہ ہے نفاذِ شریعت کا مسئلہ۔ ظاہر ہے یہ وہ فیلڈ ہے جہاں قدم رکھتے ہوئے میرے قدم ڈگمگاتے ہیں کہ کہیں ایسی کوئی میرے منہ سے بات نہ نکل جائے جس سے علمائے کرام ناخوش ہو جائیں مگر میں سمجھتا ہوں کہ میں اپنے فرائض میں کوتاہی کرونگا اور یہ حق ناشناسی ہو گی اگر میں بیسویں صدی کا گنہگار مسلمان ہونے کے باوجود اس مسئلے پر اپنی رائے نہ دوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ نفاذ شریعت کے نفاذ میں سب سے بڑی مشکل تو خود وہ علمائے کرام ہیں۔ جنہوں نے اپنے کئی فرقے بنا رکھے ہیں۔ اتنے گروہوں میں وہ تقسیم ہیں کہ کوئی ایک گروہ دوسرے سے متفق نہیں اور جب بھی کبھی ایسا موقع آیا اور ان کا ایک جوائنٹ مطالبہ آیا تو اس کے تھوڑے دنوں بعد دیکھا گیا کہ وہ پھر الگ ہو گئے۔ ایسے گروہ بھی ہیں۔ جو ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے

کو بھی تیار نہیں۔ ہر شخص نے اپنے مسلک کے مطابق اپنی الگ مسجد بنائی ہوئی ہے یہ بات نفاذ شریعت کیلئے اچھی نہیں۔ میں نے یہ مانا کہ حکومت کی طرف سے کوتاہیاں ہوئی ہیں۔ میں نے یہ مانا کہ دستور کا نواں ترمیمی بل جو اس ہاؤس نے اکثریت سے پاس کیا تھا۔ وہ ابھی تک ایک سال سے نیشنل اسمبلی میں پڑا ہے۔ جو یقیناً افسوسناک ہے میں سمجھتا ہوں کہ حکومت اوّلین فرصت میں اسے نیشنل اسمبلی سے پاس کروائے۔ اس میں کم از کم اس بات کی پوری پوری ضمانت دی گئی ہے کہ تمام قوانین جو اس وقت ہیں یا آئندہ بنائے جائیں گے وہ شریعت کے مطابق ہوں گے اس کے علاوہ مزید تحقیق کے لئے دوسرے ادارے قائم ہیں یا اور ادارے قائم کئے جا سکتے ہیں۔ مگر اس شریعت کے مسئلہ کو بجائے اس کے کہ اس پر agitation کیا جائے لوگوں کے جذبات کو مشتعل کیا جائے۔ افہام و تفہیم کے ذریعے حل کرنے کی کوشش کی جانی چاہئے۔ کوئی مسلمان ایسا نہیں چاہے وہ عالم دین نہ ہو اور نہ ہی شریعت سے پوری طرح واقف ہو۔ جو اس بات سے متفق نہ ہو کہ نظام اسلام، نظام شریعت اس ملک میں رائج ہونا چاہئے۔ کیونکہ ان دس کروڑ عوام سے ہم نے وعدہ کیا تھا کہ ہم اس ملک کی تشکیل کے بعد یہاں اسلامی شریعت نافذ کریں گے

<u>جناب چیئرمین</u>: میری درخواست ہو گی کہ آپ تقریر کو سمیٹنے کی کوشش کریں۔

<u>جناب محمد محسن صدیقی</u>: جی ہاں میں سمیٹ رہا ہوں۔ صرف چند مزید نکات کی نشان دہی کرنے کی اجازت دیں۔ اور یہی نہیں کہ اس قوم کو صرف شریعت

[Mr. Muhammad Mohsin Siddique]

کا مسئلہ ہی درپیش ہے۔ بلکہ زندگی کے اور مسئلے بھی درپیش ہیں۔ جو ہماری سماجی اور اقتصادی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم نے ان کے حل میں بڑی کوتاہی کی ہے اور اگر صدرِ مملکت نے ان کی نشاندہی کی ہے جو یقیناً صحیح ہے تو ہمیں بجائے اعتراض کرنے کے اپنی کارکردگی کو بہتر بنانا چاہئے اب ایک بڑا مسئلہ جسکی طرف جناب صدرِ مملکت نے اشارہ کیا ہے وہ افواجِ پاکستان کا کردار ہے جو قابلِ تعریف ہی نہیں بلکہ قابلِ صد ستائش ہے۔ انہوں نے ہر آڑے وقت میں اس ملک کی حفاظت میں اپنی جانِ عزیز کو قربان کیا۔ مگر یہ کہنا اور سمجھنا کہ افواج کی کوئی accountability نہ ہو وہ کسی کے سامنے جواب دہ نہ ہوں۔ میں سمجھتا ہوں یہ غلط ہے۔ وہ باہر سے آئی ہوئی فوج نہیں، وہ ہم میں سے ہی ہے۔ وہ ہمارے بھائی بچے ہیں۔ جو کہ فوج میں ہیں اور اسی معاشرے کا جزو ہیں۔ اگر ان معاشرے میں کوئی خرابی ہے یا ان میں (افواج) کوئی خرابی ہے۔ تو یقیناً وہ اچھے اور احسن طریقے سے حل ہو سکتی ہے میرے نزدیک بہت سے مسئلے جو ان کے ایڈمنسٹریٹو ہیں یا جو محتسبِ اعلیٰ کے purview میں آسکتے ہیں ان کو نمٹانے کا محتسب اعلیٰ کو اختیار دیا جائے مثلاً کنٹونمنٹ لینڈز ہیں۔ کسی سویلین یا فوجی میں کوئی dispute ہے اور صرف اسلئے کہ کوئی فوجی اس میں involve ہے۔ یہ معاملہ محتسبِ اعلیٰ دائرہ جو اختیار میں نہ آئے یہ غلط ہے یہ اصولی طور پر بھی بالکل غلط ہے فوجیوں کے جہاں ایسے political problems ہیں وہاں پر یقیناً محتسب اعلیٰ کو اختیار دینا چاہئے اور اس کے دائرہ عمل کو پورے طریقے سے بسیط کیا جائے۔

اسی طریقے سے فوج کا کردار ملک و قوم کے سامنے ہے۔ میں اس سلسلے میں یہ عرض کروں گا کہ ہاؤسز آف پارلیمنٹ کو یہ اختیار حاصل ہو کہ کسی مسئلے پر جو فوج سے متعلق ہو۔ جس میں کوئی foreign secrets involve نہ ہوں اسے ہاؤس میں زیر بحث لا سکیں۔ خواہ اس کے لئے in camera میٹنگ کی جائے اور اس میں فوج کے تمام سربراہان اور متعلقہ experts کو بلایا جائے، وہ بھی ہمارے معاشرے کا جزو ہیں۔ اسی قوم کے افراد ہیں اور ان کو بھی اسی قسم کے حقوق حاصل ہیں۔ جیسے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم بیٹھ کر باہمی افہام و تفہیم سے ان مسائل کو بھی حل نہ کر سکیں اور جو مستقل مارشل لاء کی وجہ سے ایک قسم کی بدگمانی پیدا ہو گئی ہے اسے دور نہ کر سکیں۔

جہاں تک خارجہ پالیسی کا تعلق ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو حالیہ Geneva Accords ہوا ہے یہ اس ملک اور حکومت کے لئے قابل ستائش ہے بڑی محنت، جانفشانی، صبر و تحمل کے بعد ہم نے ایک بڑا کارنامہ انجام دیا ہے جو تاریخ میں سنہرے حرفوں سے لکھا جائے گا۔ اسی طریقے سے ہماری جو دوسری پالیسیاں ہیں۔ اُن میں تھوڑی کہیں کہیں تبدیلی کی ضرورت ہے اور ایک بات میں اور عرض کروں کہ انڈیا جو ہمارا next door ہمسایہ ہے اس کے بارے میں اب ہمیں یقین کر لینا چاہئیے کہ وہ پرانی رنجشیں جو ان کے دلوں میں دبی ہوئی ہیں۔ جو پاکستان کے خلاف جذبہ ان کے ذہنوں میں رواں دواں ہے وہ انہیں اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ کسی مسئلے پر بیٹھ کر وہ ہم سے صلح و صفائی اور آشتی سے بات کریں۔ آج صبح جب میں اخبار پڑھ رہا تھا تو راجیو گاندھی صاحب

[Mr. Muhammad Mohsin Siddique]

وزیر اعظم انڈیا جو آج کل ٹوکیو میں ہیں اور وہ وزیر اعظم جاپان سے گفتگو کر رہے تھے ۔ جاپان کے وزیر اعظم نے ان سے خواہش ظاہر کی کہ بھارت اور پاکستان میں خوشگوار تعلقات قائم ہوں اور ظاہر ہے کہ ہر مہذب ملک کی یہی تمنا ہوگی کہ دونوں پڑوسی اچھے اور خوشگوار ماحول میں رہیں ۔ مگر آپ کو راجیو گاندھی صاحب کے جوابات سے یہ احساس ہوگا ۔ کہ وہ کسی لحاظ سے بھی اس بارے میں حق و انصاف کی بات سننے اور کرنے کے لئے تیار نہیں ۔

اب بعد ازیں چہ باید کرد ۔ میرے نزدیک اب صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم اپنے کو مضبوط سے مضبوط تر بنائیں ۔ قوم کو سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنائیں ۔ اور تمام وسائل و ذرائع جو اس ملک کی بقاء کے لئے ضروری ہیں بروئے کار لائیں اور ہم نوشتہ دیوار پڑھ لیں اور ان کی نیتیں جان لیں اور یہ جان لیں کہ ان کے ارادے اور امنگیں کیا ہیں ؟ اور ان بڑے عزائم کو ہم خاک میں ملا دیں ۔ ان الفاظ کے ساتھ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔

جناب چیئرمین :۔ بہت شکریہ ! جناب اخونزادہ بہرہ ور سعید صاحب ۔

جناب اخونزادہ بہرہ سعید :۔ اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔ جناب چیئرمین صاحب ! بہت مشکور ہوں آپ نے مجھے موقع فراہم کیا ۔ صدر مملکت نے اپنے خطاب میں جن مسائل کا ذکر کیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے ملک کے اہم مسائل کو اچھے انداز میں قوم کے سامنے پیش کیا ۔ میں ان کے خطاب پہ بحث کرنے سے پہلے

ایک شعر سناتا ہوں۔ جس سے میرے بعض دوستوں کو جو گلہ ہے وہ دور ہو جانا چاہئے۔

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے جو فرمایا: بجا فرمایا۔ اس لئے جو اعتراضات ہمارے دوستوں نے اٹھائے ہیں خاص کر آئینی اعتراضات۔ شیخ صاحب موجود نہیں ہیں ورنہ میں ان سے عرض کرتا کہ اختیارات کے توازن کے مسئلے میں جب ہم ۱۹۷۳ء کا آئین پڑھتے ہیں اور میں ایک وکیل کی حیثیت سے جب وہ چیپٹر پڑھتا ہوں جہاں وزیراعظم کے اختیارات کا ذکر ہے تو مجھے دکھ ہوتا ہے۔ میں نے ابھی تک دنیا کے کسی آئین میں ایسی شق نہیں جو ۱۹۷۳ء کے آئین میں موجود تھی اور وہ یہ کہ صدر مملکت جس دستاویز پر دستخط کرے گا

it shall be countersigned by the Prime Minister.

اور پھر جو عدم اعتماد کا طریقہ کار تھا اگر وہ ناممکن نہیں تھا تو ممکن بھی نہیں تھا اور پھر جو اختیارات صدر کے نام منسوب کئے گئے تھے جناب چیئرمین! مجھے یاد ہے، جب بھٹو صاحب کے انتخابات کرانے کے بارے میں تحریک چلی تو اس وقت ہماری ایک آواز یہ بھی تھی کہ صدر صاحب کو وزیراعظم کی قید سے آزاد کرایا جائے۔ آٹھویں ترمیم کے ذریعے سے وہ آمرانہ اختیارات ختم ہو گئے۔ دنیا کا کوئی بھی آئین اٹھالیں، جہاں سربراہ مملکت الگ ہوتا ہے اور سربراہ حکومت الگ ہوتا ہے۔ وہاں آئین میں درج اختیارات کی بابت

[Akhundzada Behrawar Saeed]

شقات کو بروئے کار لانے کی بجائے افہام و تفہیم سے سارے معاملے طے کئے جاتے ہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ صدر مملکت نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ وہ اور وزیر اعظم صاحب سارے معاملے افہام و تفہیم کے ساتھ طے کرتے ہیں۔ ورنہ ترمیم شدہ آئین کے آرٹیکل ۴۸ (۳) میں جو اختیارات صدر کو حاصل ہیں۔ میری نظر میں بلحاظ توازن ان کا پلہ بھاری ہے۔ لیکن افہام و تفہیم کا ہی اصول ہے جس سے دونوں مل کر چلتے ہیں۔ اور ساڑھے تین سال سے یہ حکومت چل رہی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ بڑی خوش اسلوبی سے دونوں صدر اور وزیر اعظم چل رہے ہیں۔

جناب والا! صدر صاحب نے جن جن مسائل کی نشاندہی کی ہے۔ سب سے پہلے اُن میں یہ ہے کہ پاکستان میں جمہوریت کیسے آئی اور کیسے اس کا گلا گھونٹا گیا پھر اس موجودہ حکومت نے دل پر پتھر رکھ کر کیسے عوام کے نمائندوں کو اختیارات منتقل کئے۔ اور پھر ایک نگہبان کی طرح صدر مملکت اس کی کیسی نگہبانی کرتے ہیں۔ محسن صدیقی صاحب نے ہماری اس تاریخ کا بڑی تفصیل سے جائزہ لیا۔ میں اس میں نہیں جانا چاہتا۔ یہ چھوٹی سی تاریخ ہے۔ منٹو بابا صاحب اور دیگر دوست اور ہم اس کے جیتے جاگتے گواہ ہیں۔ جناب چیئرمین صاحب! صدر صاحب نے فرمایا۔ کہ یہاں پہ انتخابات غیر جماعتی ہوئے تھے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں۔ جو اراکین یہاں آئے وہ بھی غیر جماعتی انتخاب کے نتیجے میں تشریف لائے۔ پھر یہاں انہوں نے صدر صاحب کے ایک نامزد وزیر اعظم کو اعتماد کا ووٹ دیا۔ اور پھر ایک سیاسی جماعت بن گئی۔ لیکن یہ سیاسی جماعت اوپر سے بن گئی جو صرف ایک پارلیمانی پارٹی بن گئی تھی۔ مرکز میں بھی ا

اور صوبوں میں بھی - جو مسلم لیگ جماعت تھی - وہ پہلے سے موجود تھی اور میرا یہ دعویٰ ہے کہ جب تک پاکستان ہے وہ جماعت رہے گی یہ پاکستان اس جماعت کی پیدائش ہے ۔ وہ جماعت ہر وقت قائم ہے ۔ تھوڑی سے یا زیادہ سے ۔ اس کے دشمن زیادہ ہیں یا کم ہیں ۔ مگر وہ جماعت تھی، ہے اور رہے گی ۔ چنانچہ اس جماعت کا اگر سہارا لیا گیا تو بڑی دانشمندی سے لیا گیا اور اس کے مقابلے میں کوئی ایسی جماعت پاکستان میں نہیں ہے یہ میں دعویٰ سے کہتا ہوں جو پاکستان کی نظریاتی اور جغرافیائی حدود کا تحفظ کر سکے اور پاکستان کے لئے سب کچھ قربان کر کے پاکستان کو ہمیشہ کیلئے قائم رکھ سکے تو یہ جماعت پہلے سے موجود تھی میں صدر صاحب کا بڑا شکرگزار ہوں انہوں نے حکومت کی رہنمائی کی ہے کہ ابھی تنظیم کی اور ضرورت ہے اور واقعی بہت ضرورت ہے ۔ ہماری پارٹی کو ہماری پارٹی کے لیڈر کو ہماری پارٹی کے اور دوستوں کو اس طرف توجہ دینی چاہیئے اور اس تنظیم کو مضبوط ہونا چاہیئے۔

صدر صاحب کا یہ فرمان بالکل درست ہے کہ دشمن کی کمزوری کو اپنی توانائی نہیں سمجھنا چاہیئے ۔ انہوں نے یہ بات بالکل درست فرمائی ہے جناب والا! صدر صاحب کے خطاب میں، جو موٹی موٹی باتیں ہیں، میں ان کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہوں گا ۔ خطاب میں شریعت کے نفاذ کا خاص ذکر فرمایا گیا ہے ۔ انہوں نے فرمایا کہ سارے قوانین تقریباً پاکستان میں مشرف بہ اسلام ہو گئے ہیں ۔ ان پر عملدرآمد کی ضرورت ہے ۔ میں نہیں سمجھتا کہ کون سی ایسی چیز حائل ہے کہ ان پر عمل درآمد نہیں

[Akhundzada Behrawar Saeed]

ہو رہا۔ ایک چیز جو میرے دل میں ہمیشہ کھٹکتی ہے وہ یہ ہے اسلام کے قوانین کے نفاذ کے لئے اس اخلاق کی ضرورت ہے اس دانش کی ضرورت ہے، اس عمل کی ضرورت ہے جس کا اسلام ہم سے مطالبہ کرتا ہے لیکن صورت حال یہ ہے کہ اس معاشرے میں پہلے ایک کام پچاس روپے میں ہوتا تھا اب اس کا ریٹ بہت بڑھ گیا ہے۔ اس معاشرے میں اس نظام کو میں نہیں سمجھتا کیسے چلایا جائے گا۔ ایک چھوٹی مثال پیش کرتا ہوں۔ ایک فوجداری کیس کو لیجئے۔ علماء صاحبان موجود ہیں۔ ہم بھی اس میں کچھ پڑھ چکے ہیں۔ دن دیہاڑے ایک شخص چھرا لے کر کسی کے گھر میں داخل ہوتا ہے۔ اور گھر کے ایک مرد کو قتل کرتا ہے۔ وہاں پر ایک عورت ہے دو نابالغ بچے ہیں۔ ان کی شہادت اس کے خلاف درست تسلیم نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ وہ اس کے خلاف شہادت دینے کے اہل نہیں ہیں۔ لہذا اس پہ حد جاری نہیں کی جاسکتی۔ اب اس کے لئے وہ معاشرہ چاہیئے وہ اخلاق چاہیئے کہ قاتل خود آگے بڑھے کہ میں نے یہ کام کیا ہے۔ مجھ سے یہ جرم سرزد ہوا ہے۔ پھر ہم اس معاشرے میں دیکھتے ہیں کہ پھر جب شہادت کا مسئلہ آتا ہے کہ کون گواہ ہوگا۔ آج کل لوگ آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بھی گواہی نہیں دیتے۔ وہ گواہ جو اسلام کے سٹینڈرڈ کے ہیں ہم کہاں سے لائیں۔ میرے کہنے کا مطلب یہ نہیں کہ اسلامی قانون کے نفاذ میں کچھ رکاوٹ ہوسکتی ہے، میری گزارش یہ ہے کہ اس معاشرے میں جو خرابیاں ہیں ان کو دور کرنے کی طرف ہمارے علماء اور ہماری سیاسی جماعتیں توجہ دیں وہ خرابیاں دور ہو جائیں تو اسلام کے جتنے قوانین ہیں یہ اچھی طرح سے نافذ ہوسکیں گے۔

میں تاریخ کا ایک طالب علم ہوں اور جب اسلامی تاریخ پڑھتا ہوں تو مجھے یاد آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اصول یا ایک قانون تب نافذ کیا جب اس کے لئے معاشرہ تیار کیا۔ ٹھیک ہے کہ اس معاشرے میں اور اس معاشرے میں فرق ہے، اس وقت وہ بیت اللہ شریف میں ننگے ناچتے تھے، وہ بڑے بڑے ڈاکے ڈالتے تھے، قتل کرتے تھے، راہزنی کرتے تھے۔ یہاں تک کہ دختر کشی کرتے تھے۔ لیکن اس معاشرے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنوارا، انہوں نے ان ضابطوں پر عمل کرنے کے لئے لوگوں کو تیار کیا۔ جب اس کے لئے وہ معاشرہ تیار ہو گیا تو پھر ان ضابطوں کو نافذ کیا۔ اب جب میں پاکستان میں کراچی سے لے کر چترال نظر ڈالتا ہوں ہم جو کچھ شریعت کے متعلق کہتے ہیں، میں یہ دعوے سے کہتا ہوں، ہم وہی کچھ نہیں کرتے، اس میں نہ صدر صاحب کا قصور ہے نہ اس میں پارلیمنٹ کا قصور ہے۔ اس حمام میں ہم سب ننگے ہیں، ہم سب ذمہ دار ہیں، ہم حقوق اللہ کا تو بڑے زور سے دعوٰی کرتے ہیں کہ فلاں شخص نماز نہیں پڑھتا، فلاں روزہ نہیں رکھتا، فلاں حج نہیں کرتا۔ کیا کبھی ہم نے یہ سوچا ہے کہ ایک اور حق بھی ہے۔ حقوق العباد، اسلام کا فلسفہ یہی ہے کہ انسان، انسان پر ظلم نہ کرے اور یہی حقوق العباد کا مطلب ہے کبھی ہماری سیاسی جماعتوں نے حقوق العباد کی طرف توجہ دی ہے۔ میں کہوں گا کہ نہیں۔ اگر وہ مجھ سے سوال کریں یا مجھ سے پوچھیں تو میں جواب دوں گا۔ گن گن کے جواب دوں گا۔ کہ جہاں جہاں پر ان کا اثر ہے وہاں اسلامی نظام نام کو بھی نہیں ہے۔ وہاں پر ان افراد میں وہ چیز نہیں ہے جو

[Akhundzada Behrawar Saeed]

یہ چاہتے ہیں کہتے ہیں ایک چھوٹا سا مسئلہ ہے ، وراثت کا قانون یا شریعت ایکٹ جو ہندوستان میں نافذ ہوا ۔ پنجاب میں ہم سے پہلے نافذ ہوا ، فرنٹیئر میں ۱۹۳۷ء سے نافذ العمل ہے ۔ کیا ہم میں یہ جرأت ہے یا ہماری سیاسی پارٹیوں میں یہ جرأت ہے کہ میرے ضلع میں جا کر کہیں کہ اسلام کا وراثت کا قانون یہ ہے اور اب سے یہ فیصلہ اس طرح سے ہو گا کہ تم بیٹی کو بھی اپنی جائیداد سے حصہ دو گے ۔ بہن کو بھی حصہ دو گے ، بیوہ کو بھی حصہ دو گے ۔ بھائی مر جائے تو بھابی آزاد ہے ۔ جہاں چاہے پھر وہ شادی کرے ، کوئی جرأت کرے یہ کہنے کی ۔ نہیں کہتے حضور والا ! نہیں کہتے ۔ اس ایوان میں آ کر کہنا کہ ایسا نہیں ہونا چاہیئے اور بات ہے ، اشتہار دے کر باہر پھرنے ، نعرے لگانے ، جلوس نکالنے سے اسلام نافذ نہیں ہوتا ۔

میں درخواست کرتا ہوں کہ خدا را جس طرح سے پیپلز پارٹی کے دور حکومت میں ہم لوگ جمہوریت سے متنفر ہو گئے تھے خدا را اس طرح عوام کو اسلام سے متنفر نہ کرائیے ، اسلام بہت ہی اونچا دین ہے ، اس میں سب کچھ ہے ، مگر اخلاق سب سے بہتر ہے ، اس کی بنیاد اخلاق پر ہے ۔ ذرا جرأت کر کے بتائیں کہ یہ مسئلہ جو میں نے پیش کیا وہاں یہ مسئلہ پیش کر سکتے ہیں ۔ بتائیں کہ یہ حق مزارع کا ہے اور یہ حق مالک کا ہے ۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ گھر یہ زمین خان کی ہے کہتے ہیں ۔ نہیں ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں ، ہمارا تعلق ووٹ سے ہے ۔ حضور پھر کیسے شرعی نظام نافذ ہو گا ۔ اس اسمبلی میں قانون تو پاس کر لو گے ، لیکن باہر نافذ کیسے کرو گے ، کہاں سے وہ لوگ ہم لائیں گے جو عدالت

میں بیٹھ کر انصاف کریں گے ۔ جہاں پر ایک قاضی ایک مرغی تک رشوت میں لیتا ہے ، وہ کیسے انصاف کرے گا ۔ میری گزارش یہ ہے کہ نفاذ شریعت میں حکومت کو اور صرف حکومت کو مورد الزام ٹھہرانا انصاف کی بات نہیں ہے ہمیں بھی اپنے گریبانوں میں جھانکنا چاہیئے کہ ہم جو کچھ کہتے ہیں ۔ کیا واقعی ہم وہ کچھ کرتے ہیں ، ہم جو کچھ کہتے ہیں کیا واقعی ہم مانتے ہیں اور جو ہم مانتے ہیں کیا واقعی اس پر عمل کرتے ہیں ۔

جناب والا ! جناب صدر نے اپنے اس خطاب میں نظام عشر ، زکواۃ اور صلواۃ کا خصوصیت سے ذکر کیا ۔ عشر تو اسلام کا وہ مضبوط اور بہترین خاصا ہے ۔ جس کے لئے اس وقت بھی جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا ۔ چند دنوں کے بعد حضرت ابوبکر صدیق نے مرتدین کے خلاف جہاد کیا ' یہ بڑی مقدس چیز ہے ۔ لیکن زکواۃ جس طریقے سے ہم وصول کرتے ہیں ، عشر جس طریقے سے ہم وصول کرتے ہیں اور جس طریقے سے خرچ کرتے ہیں ، اس کا تقدس ہم نے پامال کر دیا ہے ، میں پوچھتا ہوں کہ کیا زکواۃ چیف ایڈمنسٹریٹر کی تنخواہ کے لئے ہے کیا یہ زکواۃ ، زکواۃ کونسل کے لئے ہے کیا یہ عشر اور زکواۃ یہ پراونشل کونسل کے لئے ہے کیا یہ عشر اور زکواۃ ڈسٹرکٹ چیئرمین کے لئے ہے ، جس کی جیپ سرکاری ، دفتر سرکاری ، موٹر سرکاری ' ڈرائیور سرکاری ، چپراسی سرکاری ، پٹرول سرکاری اور یہ سب کچھ زکواۃ کے فنڈ سے خرچ کرتے ہیں ، کیا یہ زکواۃ اس طریقے سے خرچ کرنی چاہئے ۔ ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ یہ ایسی فلاحی مملکت ہو جس میں ہم زکواۃ دینے کے لئے لوگوں کو ڈھونڈیں گے اور لوگ زکواۃ لینے کے لئے نہ ملیں ۔ یہاں زکواۃ کے مستحقین کو نظر انداز کیا جاتا ہے ، جناب چیئرمین صاحب ! میں جو کچھ کہنا

[Akhundzada Behrawar Saeed]

ہوں ۔ اگر کوئی دوست چاہے کہ اس کا ٹھوس ثبوت پیش کروں تو میں ایسا کرنے کے لئے تیار ہوں ۔ زکوٰۃ تقسیم کرنے والے کہتے ہیں کہ پہلے ہماری جماعت میں آؤ پھر زکوٰۃ ملے گی یہ جو سارے افسران ہیں نے گنئے ڈسٹرکٹ چیئرمین تک ان کے سارے اخراجات زکوٰۃ کے فنڈ سے ادا کئے جاتے ہیں مگر کیوں ؟ کہاں قرآن نے یہ کہا ہے ، کہاں حدیث میں یہ آیا ہے ، کہاں اس پر اجماع ہوا ہے کہ زکوٰۃ تم ایسے خرچ کرو ، یہی عشر کا حال ہے ۔ جناب والا ! میں حکومت سے درخواست کروں گا کہ اس مشینری کو ختم کرو ، اس مشینری سے خرابی پیدا ہوگی ۔ اس سے یہ زکوٰۃ ان کو ملتی ہے ، جن کا حق نہیں ہے یہ ان پر خرچ ہوتی ہے ۔ جن پر خرچ نہیں ہونی چاہئے بڑے مستحقین میرے محلے میں ہیں ۔ میں یہ دعوے سے کہتا ہوں کہ جب سے زکوٰۃ کے نظام کا سلسلہ شروع ہوا ہے ان کو ایک روپیہ بھی نہیں ملا ، لیکن جو حقدار نہیں ہیں ان کو سلائی مشینیں بھی ملتی ہیں ، لوگ اپنی بہن اور بیٹی کو برقع پہنا کر لے جاتے ہیں ۔ سلائی مشینیں دلواتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ فلاں بیوہ ہے اور دوسرا شخص اس پر قسم اٹھا کر تصدیق کرتا ہے ، زکوٰۃ عشر اسلام کے بہترین فنڈز ہیں ، کیا ہم ان کو اسلامی تقاضوں کے مطابق خرچ کرتے ہیں ۔ جناب والا ! میرے ضلع میں ڈسٹرکٹ چیئرمین کی جیپ پارٹی کے لئے استعمال ہوتی ہے ، پارٹی کے کام کے لئے استعمال ہوتی ہے ۔ زکوٰۃ ان کو دی جاتی ہے جو ان کے مستحق نہیں ہیں ، زکوٰۃ کو سیاسی طور پر استعمال کیا جاتا ہے ۔ زکوٰۃ کے تقدس کو پامال کیا جاتا ہے ، جناب والا ! میری گزارش یہ ہے کہ یہ ڈھانچہ ختم کیجئے ، ڈی سی اور اے سی پر اعتماد کیجئے ۔ وہ اگر چوری کریں گے تو اتنی تو نہیں کریں گے ، جتنی یہ کرتے ہیں ، خدا کے لئے اس زکوٰۃ اور عشر کو اور

بدنام نہ کیجئے، یہ موجودہ مشینری ختم کیجئے۔ جو اس کے لئے بہت بڑا بوجھ ہے، بہت ہی بڑا بوجھ ہے۔ اس کو برداشت نہیں کیا جا سکتا۔

جناب عالی! صدر صاحب نے اپنے خطاب میں رشوت ستانی، سفارش، بدامنی سب کا ذکر کیا ہے۔ میں ان تینوں کو اکٹھا کر کے اور محسن صدیقی صاحب کی فریاد کہ لسانی گروپ یہ صوبائی عصبیت یہ قومیتوں کا نعرہ یہ ساری چیزیں اکٹھی کر کے اس پر اتنی گزارش کروں گا کہ ان ساری چیزوں کی بنیاد ایک ہے اور کسی نے ابھی تک اس کی طرف توجہ نہیں دی ہے کہ وہ کیا ہے۔ لوگ جانتے ہیں کہ وہ کیا ہے۔ مگر اس بنیادی خرابی کو دور کرنے کے لئے لوگ تیار نہیں ہیں اور یہ ہے معاشی اور سماجی عدم مساوات۔ غریب غریب سے غریب تر ہو رہا ہے۔ امیر امیر سے امیر تر ہو رہا ہے۔ دونوں میں یہ خلیج پاکستان بنتے کے وقت بہت چھوٹی تھی۔ اب بہت وسیع تر ہو رہی ہے۔ یہ کلاس جس کو ہم اپر کلاس کہتے ہیں۔ اب یہ بہت اپر ہو گئی ہے اور جو نچلی کلاس ہے یہ بہت نیچے جا رہی ہے اس ملک کو ہم فلاحی مملکت کیسے بنائیں گے۔ جب کہ ہر روز غریبوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اور ۲۲ خاندانوں کے ۱۲۲ خاندان بن گئے ہیں۔ ۱۲۲ کے پھر ۲۲۲ بنیں گے۔ کارخانہ ان کا ہے۔ جاگیریں ان کی ہیں، فوج میں جرنیل ان کے ہیں۔ کمشنر ان کے ہیں پولیس پر ان کا کنٹرول ہے۔ بزنس پر ان کا کنٹرول ہے، یہ سب پر چھائے ہوئے ہیں۔ تو کیسے رشوت نہیں ہوگی غریب کا کام کیسے نکلے گا۔ رشوت سے ہی نکلے گا۔ اور جناب صدر صاحب کے الفاظ میں۔ "آدے کا آوا بگڑ گیا ہے جو کام پہلے ۵۰/- روپے میں ہوتا تھا اب ۵۰۰/- روپے میں بھی نہیں ہوتا اور آئندہ ۵۰۰۰/- روپے میں ہوگا"۔ جناب عالی! مجھے یاد ہے کہ قائداعظم کی وفات کے بعد

[Akhundzada Behrawar Saeed]

جب لیاقت علی خان شہید کئے گئے، کسی نے بڑے اچھے مزاحیہ پیرائے میں کہا تھا کہ لیاقت علی خاں کے ساتھ لیاقت ختم ہوگئی۔ اب سفارش علی خاں اور رشوت علی خاں رہ گئے۔" وہی چیز ہے اب سفارش ہے رشوت ہے، میں کانپ جاتا ہوں، ڈر جاتا ہوں، جو لوگ میرے پاس آتے ہیں اُن کا عقیدہ خدا پر بھی کمزور ہوگیا ہے، سفارش پر زیادہ ہوگیا ہے۔ کیسے ہم اس کو کم کریں گے۔ کیسے ختم کریں گے۔ انگریز کے زمانے سے جو کلاس ہم پر مسلط کی گئی ہے۔ جو کلاس اب تک چل رہی ہے اور بڑھ رہی ہے وہ کلاس ختم ہوگی تو اس کا حل ہوگا اب ہم ڈیفنس کالونیاں بنا رہے ہیں پلاٹ دے رہے ہیں لوگوں کو زمین دے رہے ہیں۔ جاگیریں دے رہے ہیں۔ ڈیفنس کالونیاں بنانا تو ٹھیک ہے اس میں کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ اگر ہمارے فوجی ہماری خدمت کر کے اپنے لئے یا اپنے بچوں کے لئے کوئی رہائش گاہ بنائیں تو ٹھیک ہے۔ مگر ایک کنال دس ہزار روپے میں لے کر دس لاکھ روپے میں بیچنا کہاں کا انصاف ہے۔ اس میں صرف فوجی نہیں بلکہ ہمارے بھی بڑے دوست اس میں شامل ہیں، بڑے لوگ بڑھتے ہی رہتے ہیں۔ بیرونی اخبارات اور بڑے بڑے اچھے رسالوں میں ہمارے بارے میں کیا تبصرے ہوتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔ ہمارے جرنیلوں، تاجروں اور وزیراعظم کے بارے۔

The richest General, the richest businessman, The richest Prime Minister of the world.

اس میں تو ہماری بڑی توہین ہے۔

جناب والا! یہ بدامنی وغیرہ سب احساس محرومیت کا نتیجہ ہیں۔ سندھی پاکستان کا غدار نہیں ہے، پٹھان پاکستان کا مخالف نہیں ہے، پنجاب کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ یہ سمجھے کہ جتنا وہ وفادار ہے اتنا اور کوئی نہیں ہے۔ سب میں ایک احساس محرومی ہے اور اس لئے ہے کہ یہاں سماجی عدم مساوات ہے، بدامنی اسی کا نتیجہ ہے۔ آپ لوگوں کو ان کا حق دیجئے۔ حضور والا! ایک ایم پی اے صاحب کو دو ٹیچروں کی تقرری کے اختیارات ملے ہوئے ہیں کہ وہ کسی بھی کیٹیگری کے دو اساتذہ کا تقرر کر سکتے ہیں۔ ان کو ڈسمس بھی کر سکتے ہیں ان کی ٹرانسفر بھی کر سکتے ہیں، جناب والا! ان استادوں سے میں نے ایک سوال پوچھا۔ یہ وہ اچھے اور قابل استاد تھے جو ایک قابل ایم پی اے نے بھرتی کئے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ اگر ڈیڑھ مالٹا ڈیڑھ روپے میں آتا ہے تو ساڑھے سات مالٹے کی کیا قیمت ہوگی۔ جناب چیئرمین صاحب! آپ حیران ہونگے، ایک پوچھتا ہے کہ یار یہ تو سود در سود کا سوال ہے دوسرا کہتا ہے کہ یار یہ تو بٹوں کا سوال ہے تیسرا کہتا ہے کہ یہ بڑے بڑے ماہرین کا سوال ہے ایک کہتا ہے چھوڑ یار بڑی آسان بات ہے۔ گیارہ روپے، جو تین استاد بھرتی کئے گئے ہیں اور ان کی یہ قابلیت ہے تو وہ بچوں کو کیا پڑھائیں گے اور کیسی قوم پیدا کریں گے صوبائی حکومت نے ایم پی اے کو جو یہ اختیارات دیئے ہیں ان کے تحت ایسے استاد بھرتی کرنے سے کس طرح کی پڑھائی ہوگی اور کیسے طالب علم وہ پروڈیوس کریں گے۔ وہ اساتذہ کیا پڑھائیں گے جو خود یہ نہیں بتا سکتے کہ ساڑھے سات مالٹے کی قیمت کیا ہے۔

[Akhundzada Behrawar Saeed]

جناب والا! تعلیم پر پروفیسر صاحب نے بڑے اچھے دلائل دیئے ہیں میں ان کا بڑا شکرگزار ہوں۔ تعلیمی ادارے جو ہیں اب وہاں نقل کرنا طالب علم اپنا حق سمجھتے ہیں اور اگر نقل کرنے سے کوئی منع کرتا ہے تو پھر ہال سے باہر اس کی خیر نہیں ہوتی، لیکن یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ کم از کم وہ تنظیمیں جوان کی پشت پناہی کرتی تھیں وہ بند کر دی گئی ہیں، میں یہ کہوں گا کہ یہ بہترین اقدام کیا گیا ہے ورنہ ہر ایک پارٹی اپنی تنظیموں کو کلاشن کوف سے مسلح کرتی تھی۔ ہوسٹلوں کو اسلحہ خانے میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ یونین کو ختم کر کے بڑا اچھا اقدام کیا گیا ہے۔ میں درخواست کروں گا کہ حکومت کبھی اس پر غور نہ کرے کہ یہ اقدام منسوخ کیا جائے کچھ پروفیشنلز جو سیاسی پارٹیوں میں رہتے ہیں۔ ان کو کبھی ایم اے پشتو کراتے ہیں اور کبھی ایم اے فارسی کراتے ہیں۔ کبھی کسی اور مضمون میں ایم اے کرواتے ہیں۔ ایسے طالب علم وہاں رکھے ہوئے ہیں کہ اس وقت تعلیم کا جو ماحول بگڑا ہوا ہے یہ انہی کی وجہ سے ہے۔

جناب عالی! میں یہ عرض کروں گا کہ یہ تعلیم جو ہم دے رہے ہیں۔ اس تعلیم سے ہم کلرک ہی پیدا کر رہے ہیں۔ محمد علی خان صاحب نے ایک رپورٹ پیش کی تھی جس نے سورج کی روشنی نہیں دیکھی۔ اس کو ہم عوام کے سامنے کیا رکھیں اس تعلیمی نظام کو تبدیل کرنا پڑے گا۔ ایسے نہیں کہ یہ یونیورسٹی فلاں کام کرے گی فلاں کام کرے گی۔ فلاں جگہ کالج قائم کرو۔ وہاں سکول بناؤ یہ بناؤ وہ بناؤ۔ اس بناؤ اور بگاڑ سے کچھ نہیں ہوگا۔ اس کی جو اصل بنیاد ہے وہ تبدیل کیجئے۔ انگریز جس طریقے کو رائج کر گیا ہے اس طریقے کو ہمیں بدل دینا چاہیئے۔

جناب چیئرمین:۔ ذرا وقت کا بھی لحاظ رکھیں۔

اخوانزادہ بہرہ ور سعید:۔ جناب میں کوشش کروں گا اگر آپ اجازت نہیں دیں گے تو میں بیٹھ جاؤں گا۔ میں کوشش کروں گا کہ میں زیادہ وقت نہ لوں۔

جناب چیئرمین:۔ میرے خیال میں اب تک آدھا گھنٹہ ہو چکا ہے میں آپ کو یاد دھانی کرا رہا ہوں۔ باقی آپ کی مرضی ہے۔ سمیٹنے کی کوشش کریں۔

اخوانزادہ بہرہ ور سعید:۔ تعلیم کے متعلق میں یہی کہوں گا کہ بدلنا ہے تو اس سارے تعلیمی نظام کو بدل دو۔ بدلنا ہے تو مئے بدلو نظام مے کشی بدلو وگرنہ ساغر و مینا بدلنے سے کیا ہو گا۔

جناب عالی! دوسری آئٹم بلدیاتی انتخابات ہیں۔ صدر محترم نے اس کی بڑی تعریف کی ہے اور بجا طور پر فرمایا ہے کہ تیسری مرتبہ یہ انتخابات ہوئے ہیں ان کی نظر میں یہ جمہوریت کی ماں ہیں۔ یہاں جمہوریت پنپتی ہے۔ پروفیسر خورشید صاحب نے بڑے اچھے پیرائے میں انتخابات کا ہونا اور انتخابات کا جو سارا سلسلہ ہے اس پر روشنی ڈالی ہے۔ میں ان کا بڑا شکر گزار ہوں۔ جس طریقے سے یہ بلدیاتی انتخابات ہوئے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ کون سا غیر آئینی، غیر اخلاقی طریقہ ہے جو استعمال نہیں کیا گیا۔ پھر میں مجبور ہو کر اپنے ضلع دیر کا ذکر کروں گا۔ جہاں میں نے خود دیکھا۔ وہاں استادوں کو استعمال کیا گیا۔ وہاں واٹر پائپ راتوں رات پہنچائے گئے، وہاں سیمنٹ رشوت میں دیا گیا، وہاں لوگوں کی تبدیلیاں کرائی گئیں استادوں کے بیلٹ پیپر ڈاک کے ذریعہ بھی ڈالے گئے مگر ان استادوں کو جیپ میں بٹھا

[Akhundzada Behrawar Saeed]

کر ان کے ووٹ بھی ڈلوائے گئے، پیسے بھی دیئے گئے ۔ رعب بھی ڈالا گیا، دھاندلی بھی کی گئی اور اس طرح ووٹ حاصل کئے گئے ۔ اگر یہی انتخابات کا طریقہ ہے اور ہم سب سیاسی جماعتیں ان ہتھکنڈوں کے علاوہ اور کوئی طریقہ سوچ نہیں سکتے تو پھر انتخابات کو یہ کہنا کہ ان سے جمہوریت پنپتی ہے، میری نظر میں جمہوریت پنپتی نہیں ہے، بلکہ جمہوریت کی کردار کشی کی جاتی ہے ۔ جمہوریت اگر کچھ ہے تو اس کو ختم کیا جا رہا ہے ۔ یہ کہئے کہ ہاں، سڑکیں بنتی ہیں، مگر یہ عزیزوں کے لئے بنتی ہیں ۔ واٹر پائپ بچھائے جاتے ہیں مگر اپنی پارٹی والوں کے لئے بچھائے جاتے ہیں اور اگر کوئی اور چیز کی جاتی ہے تو اپنے رشتہ داروں کے لئے کی جاتی ہے ۔ خاص یہی ایک طریقہ ہے جو چل رہا ہے اور یہ ہر جگہ چل رہا ہے کوئی بھی اس سے مستثنےٰ نہیں ہے ہر ایک نے کوشش کی ہے اور اپنی استطاعت کے مطابق پیسہ دیا ہے سب کچھ کیا ہے ۔ جو میں نے آپ سے کہا ہے، سب کچھ ہی کیا ہے ۔ اس لئے اس حمام میں سب ننگے ہیں ۔

یہ جو بلدیاتی انتخابات ہیں، اس کے طریقہ انتخاب پر ذرا غور کیجئے، اس پر توجہ دیجئے اور اس کے لئے میں پھر گزارش کروں گا کہ ان کا جو بجٹ ہے خدا را ان کا آڈٹ کروائیے، سختی سے آڈٹ کروائیے، ان اداروں کا آڈٹ نہیں ہوتا ہے۔ پیسے نقد دیئے جاتے ہیں، چیک کاٹ کاٹ کر دیئے جاتے ہیں، یہ پیسے کہاں سے جاتے ہیں، اگر کوئی آج بلدیات کا ممبر بنتا ہے تو کل اس کا بنگلا بن رہا ہوتا ہے آج اگر وہ زکوٰۃ و عشر کا چیئرمین بنتا ہے تو کل یونیورسٹی ٹاؤن میں اس کا بنگلا بننا شروع ہو جاتا ہے ۔ ان بلدیاتی انتخابات کے جو فنڈز ہیں، ان فنڈز کی فراوانی سے اور ان کے بے تحاشا خرچ سے اور غیر ذمہ دار لوگوں کو اتنے اختیارات دیئے

سے معاشرہ بگڑتا جا رہا ہے، جمہوریت آگے نہیں بڑھتی ہے، خرابیاں بڑھتی ہیں اور پھر ہم لوگ ......

جناب چیئرمین :۔ بہت بہت شکریہ۔ میرے خیال میں کافی وقت ہو گیا ہے۔

اخوانزادہ بہرہ ور سعید :۔ صرف دو مسئلوں پر دو گزارشات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین :۔ میرے خیال میں ٹائم بہت ہو چکا ہے۔ اور بہت سارے حضرات نے ابھی اظہار خیال فرمانا ہے۔

اخوانزادہ بہرہ ور سعید :۔ دو مسئلے ہیں، اگر اجازت دیں تو مہربانی ہو گی۔

جناب چیئرمین :۔ اگر دو منٹ آپ اور لینا چاہتے ہیں تو ضرور لیں، لیکن بہت جلد آپ کو اپنی تقریر ختم کرنا ہو گی۔

اخوانزادہ بہرہ ور سعید :۔ جناب والا ! میں ایک منٹ میں ختم کئے دیتا ہوں۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ افواج پاکستان کی جتنی تعریف صدر صاحب نے کی ہے۔ افواج پاکستان اس کی مستحق ہیں۔ لیکن میں ان سے یہ عرض کروں گا کہ فوج کو اپنے دائرہ کار میں مہارت حاصل کرنی چاہئے تاکہ وہ ہماری سرحدات کا تحفظ کرے، اور بہترین طریقے سے کرے، یہ کافی ہے فوجیوں نے ہمیں تین دفعہ فتح کیا ہے۔ اور چوتھی بار کسی اور ملک کو فتح کریں اور نظریاتی حدود کا تحفظ ہمیں کرنے دیں۔ ہم اس کے اہل ہیں، ہم کر سکتے ہیں۔

جناب والا ! آخر میں، میں یہ کہوں گا کہ ہماری خارجہ پالیسی، جس کے بارے میں، میں بڑی تفصیل سے بات کرنا چاہتا تھا، لیکن آپ کی اجازت نہیں ہے اب صرف اتنا کہنا چاہوں گا۔ کہ یہ انڈیا کی طرف آپ کا جو Peace offensive ہے اس کو ترک کیجئے۔ ہنود اور یہود ہمارے ایسے دشمن ہیں کہ نہ وہ ہمیں کبھی

[Akhundzada Behrawar Saeed]

معاف کریں گے اور نہ کبھی بہرہ ور سعید ان کو معاف کرے گا Peace offensive اگر چلانی ہے تو اسے سندھ کی طرف چلائیے ، بلوچستان کی طرف چلائیے ، صوبہ سرحد کی طرف چلائیے ، میرے صوبے میں میرے لئے سانپ نہ پالیئے - سندھ میں آپ نے سانپ پالے ہوئے ہیں اور ان کو دودھ پلا رہے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ سندھی ایسا کرتے ہیں - یہ مانگتے ہیں ، وہ مانگتے ہیں اور اس پاکستان کو توڑنا چاہتے ہیں ۔ صوبہ سرحد والے پاکستان کو توڑنا چاہتے ہیں - ہم کہتے ہیں اور چلاتے ہیں کہ فلاں لوگ پاکستان کے دشمن ہیں ، وہ غدار لیکن وہ کہتے ہیں کہ ہم دوست ہیں - یہ Peace offensive میرے صوبے کی طرف کر دیں ، یہ سندھ کی طرف کر دیں ، بلوچستان کی طرف کر دیں ، اسے ہندوستان کی طرف سے ختم کرو ، وہ ہمارا دشمن ہے ، دشمن رہے گا اور ہمیشہ دشمن رہیگا۔

جناب چیئرمین :- بہت بہت شکریہ جناب ڈاکٹر بشارت الٰہی صاحب - وقت کی کمی کی طرف آپ کی توجہ بھی مبذول کراؤں گا - اور اگر اپنی تقریر کو مختصر رکھیں تو بہتر ہو گا - مہربانی -

Dr. Bisharat Elahi : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

Mr. Chairman Sir, I am afraid I will have to be very brief because you have already warned me even before I spoke the first word but I am glad that the two former speakers have said more than what I wanted to say on most of the points. Mr. Mohsin Siddiqui

deserves to be congratulated and I fully endorsed all that he has said. My friend and colleague Senator Behrawar Saeed has been very vocal and he has given us a lot of food for thought. May I now with your permission say a few words on a few things that have stirred up a discussion on the President's Address to the Joint Session.

Sir, there has been a discussion on the framework or the format or what should be the content of the President's Address to the joint House on the commencement of the parliamentary year. A lot has been said but some of the speakers have tried to imply that the President has tried to impose or super-impose himself on the House or on the Joint Houses is not borne out by his Address. If you would allow me, I would read out only three sentences from his Address. On Page 8, just one sentence, the President here says and this is about the format of the Address:

"یہ اپنی نوعیت کا الگ ہی خطاب ہونا چاہیئے ۔ جس میں حکومت کی پالیسیوں کا
عکس بھی ہو ، خود احتسابی کی دعوت بھی ہو اور ایک کہنہ مشق سربراہ مملکت کا مشورہ
اور رہنمائی بھی شامل ہو۔"

This is the President's impression of what his Address to the Joint House shuld be. Then, he goes on to page 9 and says :

"آپ عوام کے نمائندے ہیں آپ نے طے کرنا ہے کہ آپ کے صدر کو اپنے
سالانہ خطاب میں کیا نو تعمیر شدہ سڑکوں کی لمبائی اسکولوں کی تعداد اور زچہ

[Dr. Bisharat Elahi]

بچہ کے مراکز سے قوم کو آگاہ کرنا چاہیئے یا اسے اہم قومی مسائل کا تجزیہ کرتے ہوئے قوم کی اور اس کے منتخب نمائندوں کی توجہ خاص خاص امور کی طرف مبذول کرانی چاہئے۔ اپنے گریبانوں میں جھانکنے اور اپنا احتساب خود کرنے کی دعوت دینی چاہئے اور جہاں ضروری ہو وہاں مشورہ بھی دینا چاہیئے"

Finally the President throws the ball into the court of the Parliament, wherein he says :

"اور پھر یہ پارلیمنٹ کا کام ہے کہ وہ صدر کے خطاب پر بحث کرے۔ اس میں کوئی کام کی بات نظر آئے تو اسے عملی جامہ پہنائے اور اگر سراسر وعظ ہے تو دوسرے وعظوں کی طرح اسے بھی ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دے اور شکریئے کے دو رسمی الفاظ کے ساتھ داخل دفتر کر دے"

Some of the earlier speakers did try to convey to the House that the President is tryng to impose himself or super-impose himself. As a matter of fact and the amendment proposed by our honourable Senator Professor Khurshid, the last paragraph, if I may have your permission, says :

> "and further regret that the Address contains observations and suggestions that may justifiably be construed to suggest explicit variance from the letter and spirit of the Constitution, revealing contours of a desire to super-impose some of the features of a presidential system on the parliamentary pattern contained in the Constitution".

The other part is about the armed forces to which I will come later.

To my mind, Sir, the President has conceded in no uncertain terms the supremacy of the two Houses of Parliament and there should be no doubt in any body's mind that he is trying to super-impose or impose himself on the Houses.

Sir, we as Members of the Senate are at liberty to express our views and opinions on national and international issues pertaining to Pakistan. Why should the President not have the liberty to express his own views on issues of national importance.

The second point that I would like to bring out is a comment by one of our worthy Senators on the relationship and understanding between the Prime Minister and the President. Sir, in his Address the President has categorically stateed that he and the Prime Minister are getting along well and there is no controversy whatsoever between them and I remember correctly the Prime Minister in one of his rather recent utterances in Lahore said :

"میرے اور صدر مملکت کے درمیان کوئی اختلافات نہیں ہیں۔"

Inspite of this an idea has been thrown to the Hose that the President and the Prime Minister do not get along well. I would very much like to recall the words of Senator Mohsin Siddiqui wherein he said that let us not try and obstruct what is going on. Let us get on with the democratic process. The President and the Prime Minister are doing fine and let us give them a chance to carry on.

[Dr. Bisharat Elahi]

Sir, some comments have been made about the local bodies elections. Senator Prof. Khurshid Ahmed and my colleague Senator Behrawar Saeed have been very critical of the local bodies elections but, Sir, my experience has been otherwise and when I say this I mean I confine myself to the area around Lahore and what appeared in the press at the time of these elections in the other areas. Sir, to me it would appear that the elections were fair and impartial. I would concede that there have been isolated instances of violence and there have been reports of people trying to employ unfair means to get into the Councils but these have been few and they have been isolated instances. I would perhaps at this juncture record my congratulations to the Government for having conducted these elections and also to the provincial governments for having conducted these in time.

The next issue, Sir, is the law and order situation. I would concede like almost all the former speakers that this is not entirely satisfactory. I am sure that the Government is alive and concerned about it and as they say, "it is on the job", but of late, when I say of late. it is perhaps a couple of years there have been further under-currents added on to the Karachi situation on which our two Senators have already spoken at length. But, Sir, this is a situation where there are sectarian and regional under-currents. It is for us the elected representatives to lend a helping hand to the Government to resolve these issues. Let us meet the aggrieved parties, let us talk to them, sit across the table and find out what their genuine grievances are. We can then approach the President and his Government and suggest to them ways and means of resolving these issues. Let us not put the responsibility entirely on the shoulders of the Prime Minister and his Government. Let us also make our constribution on this issue.

Sir, Islamization and the Shariat Bill is perhaps the most vital issue today. There should be no doubt in any body's mind that both the President and the Prime Minister are fully committed to the Islamization process. If I would draw your attention, Sir, and the attention of the House to the speeches made by the President as well as the Prime Minister in the Punjab Assembly on the occasion of its golden jubilee they were both very explicit and showed their dedication towards Islamizaton. Sir, the question now arises that inspite of this support that this process has got from the two top people in the country why are we not proceeding further. One of the reasons is perhaps the reason that Senator Mohsin Siddiqui mentioned, and that is, that perhaps it is our Ulema who have not come to a consensus on certain issues. But, Sir, let us not just leave it to the Government to get on with Islamization. We, as representatives of this House, have a job to do and I have a suggestion to make. My suggestion, Sir, is that let us put our heads together, let us get in touch with our colleagues in the National Assembly, let us knock the door of the Prime Minister, let us knock and if necessary bang the door of the President, let us get around this job, let us find out why is this not proceeding further? Let us find out where the bottlenecks are and then let us make a positive con tribution towards this very noble cause. The month of Ramzan is due any time now - perhaps the first of Ramzan may be tomorrow. This is a very auspicious occasion for us to begin and start working on this. I invite Prof. Khurshid Ahmed and the other Senators to join me and take the lead and let us work out a strategy and move forward with this.

Sir, the next issue that I would like to touch upon is the Afghanistan Issue. The Government must be congratulated on the Geneva Accord. The President, the Prime Minister and his Government can rightly be proud of this achievement but all is not over. Let us hope

[Dr. Bisharat Elahi]

and pray that peace and tranquility returns to Afghanistan in the shortest possible period and we are able to achieve the objectives of the Geneva Accords.

Lastly, Sir, I would like to say a few words on the issue of the Pakistan Army. Sir, it would appear to me that the Pakistan Army and the Martial Law keeps us bugging for most of the time. Every discussion in the Senate starts with a mention of Martial Law. Every ill found in the community is passed on to the Martial Law regime, Sir, undoubtedly we all agree that Martial Law can never be and is not a satisfactory way of governing a country. There is no replacement to democracy. Democracy is a process by which the people participate and for any country to have a proper Government should be the one which is representative of the people. Let us put the Martial Law behind us. Let us learn from our mistakes but let us not make the Martial Law or the Martial Law regime a scapegoat to cover our present set-backs, draw-backs and deficiences. Let us move ahead and let us serve the people. In this context, Sir, respected Senator, Prof. Khurshid made a comment when he said that

عوام نے اپنے پیٹوں پر پتھر باندھ کر فوج کی ضروریات پوری کی ہیں۔ آیا یہ ضروریات فوجی افسروں اور فوجی جوانوں کی تھیں یا یہ فوج کی ڈیفنس ریکوائر منٹس تھیں۔ اگر تو یہ فوجی افسروں اور فوجی جوانوں کی ذاتی ضروریات تھیں اور ہمارے پاس وسائل کی کمی تھی تو ہمیں [illegible] نہیں کرنی چاہئے تھیں اور اگر یہ فوج کی دفاعی ضروریات تھیں [illegible] قوم کے لئے تھیں۔ پھر اگر ہم نے

یہ ضروریات پوری کی ہیں۔ تو ہمیں اس انداز میں انہیں پیش نہیں کرنا چاہئے
یہ فوج ہماری ہے۔ ہمیں ان کے دل نہیں دکھانے چاہئیں۔ آخر میں میں
جو صدر صاحب نے فوج کے متعلق کہا ہے اس میں سے صرف ایک پیرا
گراف پڑھوں گا

"میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ افواج پاکستان کو آپ کی توقعات سے
بڑھ کر پشت پناہی حاصل ہوگی۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کہ جانثار ہیں۔ یہ آپ سے
صرف ہدیہ تبرک مانگتے ہیں۔ اور کچھ نہیں مانگتے۔ آپ سے صرف تھوڑی سی
جائز تعریف چاہتے ہیں اور صرف اتنا چاہتے ہیں کہ آپ انہیں عزت کی نگاہ
سے دیکھیں۔"

Is this asking for too much Sir, I do not think that the President has in any way proposed in his speech any role for the Armed Forces of the country in the Constitution of Pakistan. I beg to differ with the amendment proposed by Professor Khurshid Ahmed. Thank you very much.

Mr. Chairman : Well, thank you very much. You have kept your word being succinct and to the point and perhaps you have taken the least time so far in this morning. Thank you. Mr. Fazale Haq.

Mr. Fazale Haq : Mr. Chairman Sir, and the honourable Members of the Senate. Today I rise to speak for the first time as a Senator of this august House. I have a feeling of both humility and pride. I have been elected to this august House for the services that I have rendered to my Province for 7 years or a little over 7 years when I was the Governor, and of course the Martial Law Administrator there of which I am proud. Now, as far as the Presidential Address is concerned which is the subject of discussion I will be quite relevant. I have no intentions to give sermons. We have had enough of them.

[Mr. Fazale Haq]

Now, the present system and the Government was given to this country by President Zia-ul-Haq and none else. He was under no compulsion to hold elections if he did not want to, yet he held fair and free elections in 1985. He voluntarily transferred power to the elected representatives. It was he and he alone who decided to lift Martial Law. He has lent his full support to the present regime on many occasions of its crisis into the details of which I need not go but there were three specific instances where he has given his full support to the present regime which is his creation. He is a part of this system and he realizes this more than any one else. There are weaknesses in this system, I have no doubt about that. It was he who picked up Mr. Junejo to be the Chief Executive of this country and he alongwith Mr. Junejo entered the political arena in a three legged race. Together they will hit the touch line or together they will fall. Again let there be no shadow of doubt on this. His own, that is the President's own survival is linked to the survival of Mr. Junejo and his regime. The President has merely pointed out the defects in this system in a very blunt, forth-right and honest manner and I think that is no crime and it is not against the Constitution either, that you bring out the weaknesses of a system or the weaknesses of a regime. It is his own right as it is everybody else's right to make observations of the good and the bad points that a certain system has. So, this much as far as the President's Address and as far as some of the points about which some objections have been raised earlier. One of the main reasons that the President picked up Mr. Junejo to be the Chief Executive of this country was that he belonged to the Province of Sind and Sind was a troubled area even during the Martial Law period. The President felt that presumably Mr. Junejo would be best able to deal with the situation politically because we had

dealt with the situation in a Martial Law fashion. And therefore, the President felt that may be Mr. Junejo, who is the son of the soil, able to handle the situation politically and in more effective manner. Unfortunately, the situation continued to deteriorate. Nepotism, bribery and corruption were rampant in Sind. MQM was born and other ethnic organizations began to flourish. All these led to the removal of the Chief Minister last week albeit a year and half too late. I wish this action had been taken much earlier. As the saying goes, a stitch in time saves nine.

One can only pray that the new Chief Minister may be able to control the situation in Sind. Our prayers and good wishes are undoubtedly with him because Sind is a very sensitive region of Pakistan and we wish him all the luck.

I now come to the NWFP again. The overall situation in the NWFP is not better than Sind. As a result of the recent Geneva Accord and the pressure of the 2.2 million Afghan refugees who are living in the Frontier for the past seven years. We should expect much greater pressure to develop in the Frontier and in Baluchistan in the months to come and unless the Government takes timely step, we might have to pay a very heavy price for our lapses and latitudes. The Provincial Governments attitude towards this very serious problem can be gauged from a little instance that I will just quote now :

On last Friday that is two days ago in the Khyber Agency an operation took place in which I believe about fifteen tribesmen have been killed. I am sure that the Governor NWFP was aware of the impending operation because he left only three days ago and considered it proper to leave on vacation to Spain enroute to a conference on the

[Mr. Fazale Haq]

Narcotics in the United States taking alongwith him the Chief Secretary and leaving it to unfortunate Home Secretary to handle the situation in which fifteen tribesmen have been killed. Artillery has been used, mortars have been used and of course other automatic weapons have been let loose. So, if this be the attitude of responsible Government officials and of responsible people all I can say is that we might have to pay a heavy price, may God forbid, come true.

As far as the law and order situation in the NWFP is concerned, the less said the better. Bomb blasts are a routine affairs. Only yesterday, two took place and hardly a week goes by when a few bomb blasts killing 5,6,10 people do not take place, and one hardly comes across anybody who is caught. I can say this with conviction that these very 2.2 million refugees came to the Frontier during my days. They have not increased by one. The same 2.2 million that were there with me are here today. Alzulfiqar Tanzeem was at its height in Kabul and it was not sending us bouquet of flowers; it was sending us bombs, and explosives and yet we managed to keep the situation fully under control. I think, there were hardly ten blasts in which human lives were lost. There may have been innocent blasts here and there but I think they were hardly ten, whereas the figures of only last year's deaths, as given out by the Government, are over a hundred, not to talk of those wounded etc. etc. So, in my opinion, the people of NWFP are losing faith in the ability of the Government to be able to handle their affairs, and I think, this situation should not be allowed to deteriorate to the extent we have allowed in Sind to deteriorate, otherwise you might have to take much more drastic steps in the Frontier. There is a big difference between the Frontier and the Sind in so far as weapons and other factors, namely, proximity to Afghanistan etc. is concerned.

Now, during his speech one of the honourable Senators had mentioned that corruption was at its height during the Martial Law period. I beg to disagree with him, and I say it with conviction that corruption, nepotism and favouritism, that we see today, has never been seen in this country before. The same honourable Senator had stated that the Eighth (Amendment) Bill was forced down his throat. I am sure that the honourable Senator belongs to the official Muslim League which voted overwhelmingly in favour of the Eighth (Amendment) Bill. So, I don't know why he is complaining and I don't know why he is shedding tears. One final word about corruption as the saying goes 'Charity begins at home, the present Government is giving political doles in the shape of five million rupees to each Legislator. Has it not institutionalized corruption ? The unfortunate picture of this whole affair is that I think, it is doing a very great harm. It is tinting the political growth and development of the Legislators. Instead of devoting their time to legislative business, this august House and the other House are devoting their energies and time to petty developmental activities which fall in the domain of local governments and local bodies. Again, by focussing attention on this cancer of corruption in the society, has the President violated the Constitution ? I don't think so.

I would like to say a few words about Afghanistan since I have been in a very humble way linked with this situation. If at all anyone can take credit for Afghan solution, it is none-else but the President. Although the Geneva Accords which we signed last week is not an ideal document. Under the circumstances, I think it was the best that we could get. Jehad shall of course continue possibly with greater intensity which is still bound to have its repercussions and its ramifications in Baluchistan and

[Mr. Fazale Haq]

in the North West Frontier Province and of course in the Tribal Areas. The Refugees should not be expected to go back yet. Because the conditions inside the Afghanistan are not conducive for their return with honour and dignity. But the principle of symmetry is likely to enable the Mujahideen in due course to topple Dr. Najib's regime and thereafter they will be able to have a government according to the wishes of the people and according to the acceptability of the people of Afghanistan. If one is to study the Afghanistan situation dispassionately eversince 1978, one would come to the conclusion that it was President Zia-ul-Haq's statesmanship, vision and perseverance which played a leading role in preventing the Soviet advances to the warm waters of the Gulf that could well have enveloped Pakistan. I think, he deserves full credit for this and let us give it to him; let us not cut the nose to spite the face.

Again, among the Members of the President's team and Mr. Junejo's team was Sahabzada Yaqub Khan, he also deserves to be given due credit not only for his efforts in Geneva but also for his efforts in the various other capitals of the Muslims and Non-Muslim World who had supported us throughout this problem of Afghanistan.

Finally, Sir, about the Armed forces, unfortunately it has become a fashion these days to criticise the armed forces, I don't know, why? Ojehri Camp incident was tragic and I grieve with all Pakistanis over this tragic incident. Those held responsible must be punished but please let us not pre-judge the matter; let the inquiry be completed and thereafter, we can pass any verdict and we can pass any comments. Also, let us not say 'please turn the army out of cantonments'. By all means do so, provided the Government can give the necessary funds to the army to build cantonments outside the present population centres. Let me

ensure you that the cantonments have not advanced on the cities, it is the cities that have been gradually encroaching and advancing on the cantonments and I can also assure you that soldiers will be too happy to live outside the centres of population provided the Government has the will and the Government has the funds to provide for it. One honourable Senator has stated that army officers have built palatial houses. I say let there be a survey in three or four cantonments conductred by this august House to find out as to who has built palatial houses. Is it not the politicians, is it not the business community, is it not the professionals, is it not the industrialists or is it just the soldiers who have built palatial houses? I am sure the truth will dawn on all, once this report or the proceedings of this survey have been completed and then you can by all means say as to who is involved. Yes army officers have certainly got plots but a majority of them have sold these plots for the gentlemen whom I mentioned to enable them to build palatial houses on those plots.

Armed forces have also been blamed for violating the Constitution. Have the politicians not violated - various Constitutions of this country? I think you have heard a very long talk on this earlier by an honourable Senator from Sind. How many of our political regimes have adhred to the Constituton? I don't want to go into the history of the Constitution. I can go into the history of the Constitution as I have also studied it, but I don't want to waste your time here. But I can assure you that many have. Again are we adhering to the Constitution today? To this very Constitution that this very House has given to the people. Are there not political leaders today who are not willing to acceptb this Constitution? Is there any shortage of such leaders? Again have powers been delegated to the provinces in accordance with the Constitution when the

[Mr. Fazale Haq]

time has passed and some form of autonomy should be given? Today the Federal Government is holding in its fists the throats of the provinces. They just cannot budge an inch, they cannot do a thing unless of course in their infinite mercy the Federal Government condescends to give the very funds that they raise, that the provinces raise. So, let us not just blame the armed forces for violating the Constitution. We violate them as much as the armed forces do. If the politicians run the affairs of the country in accordance with the Constitution honestly and sincerely there can never be a fear of the Martial Law or yet another Martial Law. Let me request my colleagues to give due respect to the members of the armed forces. If today, I am standing here in defence of the armed forces, it is not the soldiers who have sent me here, it is the politicians who have sent me here. I have put in 38 years of soldiering and I can say, I am one of those very few fortunate Generals who retired from the army without serving for a single day in GHQ and let it not be said that I am not a qualified General. I can say with conviction that I am a highly qualified General and yet I never served for a day in GHQ. I have taken part in all the wars. I have taken part in the Baluchistan Insurgency. I have taken part in the Dir Operatons. I have commanded Infantry formations and Armoured formations. I have played Polo. I have played Shikar, I have ridden, I had a rollicking time in the armed forces and I am proud of it. I am a soldier first, a soldier last and a politician in the making. God knows what the future holds from me in Politics.

Now, as far as the Shariat is concerned I do not profess to know much aboutb Shariat and its Bill. I will only say this that General Zia-ul-Haq, I think, was the first of the leaders eversince the Quaid-i-Azam who genuinly made efforts to give this country Islamic laws and Shariah. But let us assume as my worthy colleague Professor Khurshid has made

a iot of gilas and Shikwas (گلے اور شکوے) that the President was unable to do what he could. Well, let us assume that he is right. Well three years have gone by and here we have parliamentarians, here we have the National Assembly and the Senate, what have we done to take any steps in this direction. I think, very little and I think far less than what Zia-ul-Haq's regime did in his period.

In conclusion, in the end, I would like to state that we should be grateful to the President for highlighting some of the weaknesses in the political system. No doubt, it was a fortright and a blunt speech but it was to the point and it was apt. Many a bitter pills have to be swallowed, if this patient of democracy that we have, has to get well nourished and flourished. With these few words, I thank you, Sir.

Mr. Chairman : Thank you very much. Mr. Aijaz Ali Khan Jatoi.

میر اعجاز علی خان جتوئی: شکریہ! جناب چیئرمین: کافی سینیئر حضرات اس موضوع پر بول چکے ہیں
صدر کی تقریر پر میں اپنی چند گزارشات پیش کرنا چاہتا ہوں۔ سب سے پہلے تو
میں صدر کی ان دو باتوں سے agree کرتا ہوں جو کہ ہمارے معاشرے
میں اس وقت بڑی serious situation اختیار کر چکی ہیں ایک تو
law and order situation ہے اور دوسری corruption
ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس ملک میں corruption نے جو صورت اختیار کر
لی ہے۔ وہ اس وجہ سے ہے کہ لوگوں میں ہوس زر کی race لگی ہوئی ہے
اور ہر آدمی اس race میں حصہ لینا چاہتا ہے اور ایک ہی رات میں
millionaire or billionaire بننے کی کوشش میں ہے کچھ trend
ہی اس طرح کا چلا ہے۔ میں خاص کر اپنے صوبہ سندھ کی بات کروں گا۔ جناب

[Mr. Aijaz Ali Khan Jotoi]

والا! یہاں پر corruption نے ان غریب لوگوں کو اس طرح پریشان کیا ہے کہ لوگ اب خودکشی کے مقام پر پہنچ چکے ہیں کیونکہ وہاں پر بے روزگاری ہے جو corruption ہے۔ اس کی آپ کو چند چھوٹی سی مثالیں دوں گا۔

جناب والا! ہمارے صوبے میں ظلم یہ ہوا ہے کہ پرائمری سکول کی ٹیچری کی ٹیچر شپ بھی ۱۵ ہزار روپے میں بکتی ہے۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ آج قائداعظم ہمارے بیچ میں نہیں ہیں وہ ہوتے تو شاید وہ بھی ہماری قسمت پر روتے۔ کیونکہ ہم تم تحریک پاکستان میں volunarily participate کرکے اس ملک میں آئے تھے ہمیں کسی نے فتح نہیں کیا تھا۔ جناب والا! ہمیں اپنی حکمرانی کا حق حاصل ہے جو آئین نے ہمیں دیا ہے۔ ہم اپنے اقتدار کے مالک ہیں۔ جناب والا! میرے پاس ایک غریب لڑکا آیا اس نے کہا کہ سائیں ایک ایم پی اے صاحب مسلم لیگ کے ہیں۔ اس نے مجھ سے پندرہ ہزار روپے مانگے ہیں کہ میں آپ کو ایک پرائمری سکول ٹیچر کا order of appointment دلا دوں گا کیونکہ میرے پاس کچھ بلینک آرڈرز پڑے ہوئے ہیں۔ مجھے ان پر صرف نام بھرنا ہے۔ جناب والا! ظلم کی انتہا دیکھیں اس لڑکے نے ۹ ہزار روپے میں اپنی ماں کے زیور بیچے۔ میں آج اس ہاؤس میں قسم کھا کر کہتا ہوں اور اس کے بعد باقی چھ ہزار روپے اس کے پاس نہیں تھے۔ وہ میرے پاس آیا کہ نو ہزار روپے تو میرے پاس ہیں۔ اور باقی کوئی چیز نہیں ہے جس سے میں اس کو چھ ہزار روپے اور دوں، لیکن وہ ایم پی اے بضد تھا کہ اسے پورے پیسے دیئے جائیں کیونکہ اسے اور کسی سے پورے پیسے مل رہے تھے۔ اس لڑکے نے مجھے کہا کہ اب

آپ بتائیں کہ میں کیا کروں ۔ میں نے کہا کہ بھئی میں آپ کو کیا کہوں ۔ آپ اپنی قسمت پر میری قسمت پر سب کی قسمت پر اس پورے سندھ کی قسمت پر ایسے نا اہل حکمران ہم پر تھوپے جاتے ہیں ۔ ہم پر مسلط کئے جاتے ہیں ۔ میں یہ بات بڑی clear کہوں گا کہ جب کہ باقی تمام چیف منسٹروں کو آپ نے اسمبلی سے الیکٹ کرایا اور اس وقت کے سندھ کے چیف منسٹر غوث علی شاہ جو ایم پی اے بھی نہیں تھے اس کو وہاں چیف منسٹر بنا کر ہم پر تھوپا گیا ۔ ہمارے پاس گورنر بھی مارشل لاء کا رہا ، کیا ہمیں اس فیڈریشن میں رہتے ہوئے ، اس ملک کے شہری کی حیثیت سے ، یہ بھی حق حاصل نہیں ہے کہ ہم اپنی مرضی سے وہاں حکومت بنا سکیں اب آپ نے تین سال کے بعد چیف منسٹر کو نکالا ہے ۔ جب ہم یہاں چلاتے رہے جب ہم پریس میں کہتے رہے ، کہ یہ چیف منسٹر corrupt ہے تو کسی نے خیال نہیں کیا اور میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ آج بھی اگر آپ اس چیف منسٹر کی investigation کے لئے کوئی ٹیم مقرر کریں اور یہی غوث علی شاہ چیف منسٹر اگر corruption میں involve نہ پایا جائے تو میں آج اپنے آپ کو پیش کرتا ہوں کہ مجھے پھانسی دی جائے ۔ اس نے جناب ان آخری چھ دنوں میں بھی ، جو اس کو یہاں سنٹر سے دیئے گئے کہ ان دنوں میں فیصلہ کر کے وہ بتائیں کہ وہ استعفٰے دیتے ہیں یا نہیں ۔ کہیں سے اس کو سپورٹ تو ملی ہو گی ۔ کیونکہ پرائم منسٹر نے بھی یہ فیصلہ کیا تھا کہ اب اس چیف منسٹر کو ہٹا رہے ہیں لیکن یہ فیصلہ بہت دیر سے کیا گیا ۔ بہرحال اس نے اس چھ دنوں میں جناب والا ! ساٹھ کروڑ روپے کے پلاٹ بیچے ۔ میں آپ کو یہ بات آج بالکل واضح طور پر بتانا چاہتا ہوں ، آپ ... investigation کریں اگر میں جھوٹا نکلوں تو آپ مجھے سزا دیں ، اس نے ساٹھ کروڑ روپے میں flat sites بیچیں ، اس کے ایجنٹ دن رات

[Mr. Aijaz Ali Khan Jotoi]

بھاگ دوڑ رہے تھے کہ ان کے پاس ٹائم تو ہے نہیں لہذا جتنا نکل سکے ، نکال لو شکر ہے کہ قائداعظم کا مزار بچ گیا جناب ، یہ بڑا پلاٹ تھا۔ میں سمجھتا ہوں ، آخری یہی تھا۔ اگر یہ دو سال اور رہتے تو شاید مزار بھی بیچ دیتے۔

اس کے بعد عرض کرتا ہوں کہ جناب کرپشن کیسے ختم ہوگی۔ آپ کے جو انڈلج میں۔ institutions ہیں، آپ کی جو منسٹریز ہیں، آپ کی ساری جو ... set - up ہے، اس میں آپ کے پاس ایماندار لوگ ہیں ہی نہیں۔ ہم نے اس سے زیادہ worst دور تو دیکھا ہی نہیں اس صوبے میں اے ایس آئی کی تین سو advertise . recently posts ہوئی ہیں، اس ایک پوسٹ کو اڑھائی سے تین لاکھ روپے میں بیچنے کی کوشش کی گئی ہے سندھ کا آئی جی بھی Corrupt ہے۔ چیف سیکرٹری بھی corrupt ظاہر ہے کہ چیف منسٹر بھی کرپٹ ہوگا تو آپ کے سارے heads of institutions بھی corrupt ہوں گے، آپ کس طرح institutions [illegible]

ایک بات اور عرض کرتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی، وہ اپنے ساتھ اپنی بچی کو بھی لائی، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ میری بچی جو ہے یہ گڑ زیادہ کھاتی ہے۔ اس کو ذرا نصیحت کریں کہ گڑ زیادہ نہ کھائے، اس کے دانت خراب ہو رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ بی بی، آج میں اس کو کوئی نصیحت نہیں کرسکتا کیونکہ آج میں نے خود گڑ کھایا ہوا ہے۔ آپ اس کو کل لے کر آئیں۔ انشاء اللہ میں نصیحت کروں گا۔ اور یہ گڑ کھانا بند کر دے گی۔ جناب والا! آپ بھی اپنے گریبان

میں جھانکیں کہ آپ کتنے ایماندار ہیں۔ جو اس معاشرے کو ایماندار کرنے چلے ہیں آپ نے تو خود گڑھا کھایا ہوا ہے۔ آپ تو خود corrupt ہیں۔ اور آپ چلے ہیں۔ اس معاشرے کو ٹھیک کرنے۔ یہ معاشرہ ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ آپ آسمان سے خواہ کیوں نہ ڈیموکریسی اتار کرے آئیں خواہ آپ آسمان سے لوگ اتار کرے آئیں پھر بھی یہ معاشرہ ٹھیک نہیں ہوگا۔ میں واضح طور پر کہنا چاہتا ہوں کہ یہاں ۹۰ فیصد لوگ corrupt ہیں۔ خواہ یہ industrialists ہوں، خواہ وہ آرمی میں ہوں، خواہ وہ سیاست دان ہوں۔

جناب والا! میں جنرل صاحب کی خدمت میں عرض کر دوں کہ اگر آپ دنیا کی کچھ معلوماتی کتابیں اٹھا کر دیکھیں آپ کو معلوم ہوگا کہ richest General, پاکستان میں ہی ہیں۔ اگر آپ نے institutions کو ٹھیک کرنا ہے تو آپ ذرا ان اداروں پر بھی نگاہ رکھیں۔ آپ نے جب ----

Mr. Fazal-e-Haq : There may be a few politicians.

Mr. Chairman : No interruption. please.

میر اعجاز علی خان جتوئی : یہاں کافی سیاست دان بھی ایسے ہوں گے، میں نہیں کہتا کہ سیاست دان نہیں ہوں گے۔ میں نہیں کہتا کہ پاکستان میں سیاست دان ایماندار ہیں۔ میں تو جنرل بات کر رہا ہوں۔

جناب والا! یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ ابھی حال ہی میں اوجڑی کیمپ میں جو سانحہ ہوا ہے، یہ کوئی سبوتاژ نہیں ہے May be I am wrong. I am not saying that I am correct in this regard. کہا یہ گیا ہے کہ یہاں پر اسلحہ لایا جاتا تھا۔ افغان مجاہدین کو سپلائی کرنے کے لئے، یہ یہاں سپلائی کرنے کے لئے رکھا جاتا تھا اور اس اسلحہ کی کوئی inventory نہیں ہوتی تھی۔ جب وہ اسلحہ یہاں

[Mr. Aijaz Ali Khan Jotoi]

سے مجاہدین کو دیا جاتا تھا اس کا بھی شائد کوئی ریکارڈ نہیں رکھا جاتا تھا۔ یا ہو سکتا ہے کہ ریکارڈ ہو، لیکن ہم یہاں بات کر رہے ہیں اربوں روپوں کی۔ یہ اسلحہ ایک دو روپے کا نہیں، میں سمجھتا ہوں کہ ایک سٹنگر میزائل ۳۶ ہزار ڈالر کا ہے۔ یہاں تو میرے خیال میں ہزاروں سٹنگر میزائلز بھی آئے ہوں گے۔ اربوں روپوں کی اور چیزیں بھی آئی ہوں گی۔ کہا یہ گیا ہے کہ اس میں جو لوگ involve تھے، انہوں نے یہ کیا ہے۔ جیسے north oliver نے امریکہ میں contraid کو cover کیا

by shredding those documents they have shredded the record of the ammunition

میں سمجھتا ہوں کہ اس قوم کے ساتھ اتنا بڑا مذاق کرنے والے کو سرعام جو ر اسے پر چاہئیے۔ کیونکہ ہم یہاں بات کر رہے ہیں ان ہزاروں لوگوں کی جو وہاں سے اپنے گھر چھوڑ کر بے گھر ہوئے۔ ان ماؤں کی، ان بہنوں کی، ان بھائیوں کی، جو اپنی جانیں گنوا بیٹھے اور اپنے پیاروں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ خدا نہ کرے کہ یہ بات ہو، لیکن افواہیں اسطرح کی ہیں۔

میں یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ اس واقعہ کی تحقیقات کرانے کا جو طریقہ آپ نے اپنایا ہے، وہ سراسر غلط ہے۔ جناب! اس سلسلے میں، ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس کی تحقیقات کے لئے ایک سپریم کورٹ کا جج مقرر کیا جائے اور یہ جو آپ کے پاس اتنا بڑا ہاؤس ہے سینٹ کا اور نیشنل اسمبلی کا، اس میں سے کچھ ممبران اس میں شامل کئے جائیں۔ ہمیں ان پر ٹرسٹ ہے، آخرکار ہم سب نے مر کر اللہ کے حضور ہی پیش ہونا ہے، سب نے جان دینی ہے اور کوئی کسی اور کی قبر میں نہیں پڑے گا، وہاں نہ کوئی مسلم لیگ ہوگی نہ کوئی پیپلز پارٹی ہوگی، نہ کوئی جونیجو صاحب

ہوں گے نہ کوئی صدر ضیا صاحب ہوں گے جو آپ کو بچائیں گے۔ اس خالق حقیقی کے پاس کوئی سفارش نہیں چلتی ہے ہم تجویز کرتے ہیں کہ سپریم کورٹ کے جج کے ساتھ ایم این اے اور سینیٹرز کو بھی اس کمیٹی میں رکھا جائے تاکہ اس قوم کو صحیح حالات کا پتہ چلے کہ آخر کار ہوا کیا ہے۔

اس کے بعد صدر صاحب نے لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال پر جو بات کی ہے میں اس سے بھی متفق ہوں اور میں اس پر ان کو مبارکباد دیتا ہوں کیونکہ being realistic دو تین چیزیں تو ایسی انہوں نے ہمیں بتائیں جو ہمارے حقیقی پرابلمز ہیں جنہیں ہم یہاں face کر رہے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ اس میں کوئی برائی نہیں ہے، اس میں کسی کی بدنامی نہیں ہے، اور گورنمنٹ کو اس سے سبق سیکھنا چاہیئے، اس میں ایک پارٹ صدر صاحب خود بھی ہیں، وہ پرائم منسٹر کے ساتھ خود بھی ایک اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

جناب والا! میں یہ عرض کر دوں کہ ان سب برائیوں کی جو ذمہ داری ہے، ان سب برائیوں کی جو responsibility ہے وہ ہم صرف اور صرف اس گورنمنٹ پر نہیں ڈال سکتے۔ آپ نے ۹ سال اس ملک پر حکومت کی ہے، مارشل لاء چلایا ہے۔ Martial Law is a jungle law, Sir.

مارشل لاء کوئی اچھی چیز نہیں ہوتی، آپ دیکھیں کہ قائد اعظم کی وفات کے بعد لیاقت علی خاں کی شہادت کے بعد، جب غلام محمد نے اس جمہوریت کا گلہ کاٹا، اسی جمہوریت کو cripple کیا، اسی جمہوریت کی لاش کو ہم آج کل اپنے کندھوں پر اٹھا کر گھوم رہے ہیں۔ اور یہ مہربانی بھی ہمارے آرمی والے بھائیوں کی ہے کہ انہوں نے ہمیں یہ cripple democracy دی۔

[Mr. Aijaz Ali Khan Jotoi]

افسوس کی بات ہے۔ جناب آپ ذرا پیچھے جائیں، ۱۹۴۰ کا ریزولیشن آپ پڑھیں اس میں تو یہ کہیں نہیں لکھا ہوا تھا کہ یہ ملک مارشل لاء کے لئے بنایا گیا ہے۔ اس میں تو یہ لکھا گیا تھا کہ جناب یہ ملک independent sovereign state ہوگا ۵ ریاستوں نے مل کر اس ملک کو بنایا۔ اور ۵ ریاستوں نے یہ ملک بالکل voluntarily اور اپنے ہوش و حواس میں رہ کر اپنے اپنے حالات کے مطابق بنایا۔ اس میں اگر یہ کہا جاتا کہ آپ کے ساتھ تیں، چالیس سال بعد unstable conditions و uncertaintities اتنی ہوں گی کہ آپ کو پتہ بھی نہ ہوگا کہ آپ کے پاس حکومت کرنے کا سسٹم کون سا ہوگا۔ تو یہ ملک کبھی نہ بنتا۔ ظلم یہ ہے کہ ابھی تک ہم سسٹم کے لئے لڑ رہے ہیں۔ ہمارے پاس ابھی مکمل جمہوریت آئی ہی نہیں ہے۔ اب جب کہ جمہوریت آئی ہے۔ تو تلوار اس کے اوپر لٹک رہی ہے۔ surety کہاں ہے آپ کے پاس، کوئی پرائم منسٹر آپ رکھ لیں، جونیجو صاحب کو کیوں، وہ تو سندھ کے weak آدمی ہیں جن کو آپ نے چن کر وزیر اعظم رکھا ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ کوئی بھی وزیر اعظم جو یہاں آئے گا میں اس کو blome نہیں کروں گا۔ کیونکہ وہ چل ہی نہیں سکتا۔ وہ کر کیا سکتا ہے اس کے پاس powers کہاں ہیں؟ اس کے اوپر تو دن رات ایک تلوار لٹک رہی ہے۔ اسے یہ پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کتنے دن رہے گا اور کب مارشل لاء لگ جائے گا۔ اور کب اسے پھانسی پر لٹکایا جائے گا۔

جناب والا! بات یہ ہے کہ ہمیں اس سسٹم کو change کرنا
ہے کسی بھی ملک کی مثال نہیں، ہمارا ملک multinational ہے۔ میں
کہتا ہوں کہ تاریخ گواہ ہے کہ 5 ہزار سال پہلے جو قومیں یہاں آباد تھیں
وہ کوئی ایک پاکستانی قوم نہیں تھی وہ الگ قومیں تھیں۔ کوئی پانچ چھ یا دس
ہزار قومیں تھیں۔ ان قوموں میں ایک چیز common تھی وہ تھی
انگریز کی غلامی ان پر انگریز قابض تھا۔ میں فخر سے کہتا ہوں کہ یہ صوبہ سندھ
پاکستان کا موور mover ہے۔ یہ ریزولیشن سندھ سے move کیا تھا مگر
آپ نے سندھ صوبہ کی حالت یہ کی ہے۔ کہ وہ جل رہا ہے۔ خدا کے فضل
سے صوبہ سندھ کے ایک corrupt چیف منسٹر تو گئے، لیکن آپ کے
پاس وہاں اتنے corrupt لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ جن کو نکالنے کے
آپ کو ایک سسٹم چاہئے۔ ان کی جڑیں اتنی مضبوط ہیں کہ آپ ویسے ان
کو نہیں نکال سکتے پاکستان کے mover صوبے کی حالت یہ ہے
کہ وہ جل رہا ہے۔ تو پھر پاکستان کی حالت کیا ہوگی۔ جناب! پاکستان،
آسمان پر لکھی ہوئی چیز تو نہیں ہے۔ پاکستان ہم سب نے بنایا ہے، یہ
ہمارا ملک ہے۔ ہم سب اس سے پیار کرتے ہیں۔ اور ہمیں فخر ہے کہ ہم
پاکستانی ہیں۔ لیکن جناب اس multinational country چلانے کے لئے
You need a strong democratic system

اگر آپ نے اس multinational country میں زیادتیاں اور نا
انصافیاں کی ہیں تو مارشل لاء ہی لگتے رہے ہیں۔ آپ بتائیں کہ آج تک کتنے
دنوں تک پاکستان میں جمہوریت رہی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہاں جمہوریت کبھی

[Mr. Aijaz Ali Khan Jotoi]

نہیں چلی ہے۔ کون سا جمہوری نظام ہمیں آپ نے دیا ہے۔ آپ نے اس فوج کو لگام بھی دینا ہے۔ ہمارے بھائی ہیں اور محافظ ہیں۔ لیکن ان کا کام صرف سرحدوں کی حفاظت کرنا ہے۔ سیاست میں ان کا کوئی کام نہیں ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ یہ تو جناب! عوامی حکومت کی درخواست پر آئے ہیں۔ اب جب عوامی درخواست پر واپس نہیں جاتے تو آتے کیسے ہیں۔

بات یہ ہے کہ جب ۱۹۷۱ء میں ملک پر ایک مصیبت آپڑی اور ۱۹۷۱ء کی جنگ کے بعد فوج نے ہمیں ایک اپنی stooge Government دی حالانکہ وہ elected حکومت تھی۔ اس سے انکار نہیں ہے لیکن آئی تھی بہرحال وہ فوج کے though جب الیکشن ہوئے تھے تو جمہوریت کا تقاضا یہ تھا کہ جو بھی اکثریت میں آئے اس کو power transfer کر دیں۔ ظاہر ہے مجیب الرحمٰن اس ملک کا شہری تھا۔ کوئی ایسی بات نہیں تھی۔ کہ وہ اس ملک کا غدار تھا۔ جب ایسٹ اور ویسٹ پاکستان کے الیکشن ہوئے تو اس وقت آپ نے کب ڈیموکریسی کا خیال کیا ہے۔ اس وقت تو آپ نے ملک توڑ دیا۔ اس کے بعد آپ نے یہاں civilians کو حکومت دی۔ کیونکہ اس وقت ایسے Crisis تھے جن کو سیاسی آدمی ہی deal کر سکتے تھے۔ فوج کا یہ کام نہیں تھا۔ اس لئے انہوں نے خیال کیا کہ ملک کو مزید ٹوٹنے سے بچانے کے لئے ہمیں ڈیموکریٹک set up چاہئے۔ ایک سیاسی حکومت چاہئے جو ہمیں ان [illegible] سے نکالے کیونکہ ۹۰ ہزار فوجی تو ہمارے Pow ہیں ان کو بھی واپس لانا ہے اس وقت ہمیں ایک حکومت ملی۔ جس نے چار سال پورے کئے۔ اس کے بعد جب اس گورنمنٹ کو stable دیکھ لیا کہ جمہوری ادارے پروان چڑھ رہے

ہیں۔ پولیٹیکل کالج کھل چکے ہیں اور اس ملک میں سیاسی سوجھ آچکی ہیں تو ان کو ڈر لگا کہ شاید پھر یہ مضبوط نہ ہو جائیں ۔ ۔ ۔ ۔ کہیں اس ملک میں جمہوری ادارے مضبوط نہ ہو جائیں تو ایک مرتبہ پھر اس وقت کی حکومت کو topple کیا گیا۔

جناب! اس وقت کے حالات سے آج کے حالات تو بدتر ہیں۔ کراچی میں دو سال سے کرفیو نافذ ہے۔ اس وقت تو کراچی کی صورت حال بدتر نہ تھی جب آپ مارشل لاء لگایا۔ آج کیوں مارشل لاء نہیں لے آتے: اس لئے کہ آپ کو فی الحال suit نہیں کرتا اس وقت تو حالات ایسے نہیں تھے۔ جب کہ سیاست دان ایک ایگریمنٹ پہ پہنچ چکے تھے۔ اور پیپلز پارٹی کی حکومت دوبارہ صاف اور غیر جانبدارانہ الیکشن کرانے پر رضا مند ہو گئی تھی اور P.N.A. کے نمائندوں نے بھی اس پر اتفاق کا اظہار کیا تھا۔ تو پھر مارشل لاء لگانے کی ضرورت کیا تھی! جب جب مارشل لاء لگا ہے تب تب یہ ملک ٹوٹا ہے۔ آپ اتنے بڑے ملک کو جہاں مختلف قومیتیں آباد ہیں۔ سوائے جمہوری طریقے کے چلا نہیں سکتے۔ آپ ایک مرتبہ پھر مارشل لاء لگا کر دیکھیں تو اس کے نتائج بھی آپ دیکھ لیں گے۔ ہم نہیں مانیں گے۔ لوگ اب بہت برداشت کر چکے ہیں۔ ہر چیز کی حد ہوتی ہے جس طرح کی بھی ہے۔ لیکن آج جمہوری حکومت تو ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ سندھ میں انہوں نے اچھا کام نہیں کیا ہے میں ان کو condemn کرتا ہوں لیکن آپ اس کو پھر بھی جمہوری طریقے سے change نہیں کر سکتے۔

[Mr. Aijaz Ali Khan Jotoi]

جناب میں سمجھتا ہوں کہ افغانستان کا مسئلہ بڑا اہم ہے بڑا sensitive
problem ہے - اس میں ہمیں بڑا سوچ سمجھ کر چلنا چاہیئے - اس میں
ہمیں یہ بات دیکھنی چاہیئے کہ سوویت یونین وہاں کیوں آیا ؟ اس کے کوئی
اسباب ہوں گے - تو میرا تجزیہ ہے کہ وہاں روس شاید Hot
waters outlet حاصل کرنے کے لئے آیا ہے اور کچھ لوگوں کا خیال
یہ ہے کہ شاید وہ وہاں گلف کے لئے آیا ہے - اب ہمیں اس کا تجزیہ کرنا ہے
کہ کیا وہ Hot waters outlet حاصل کرنے آیا ہے - یا گلف کے لئے
آیا ہے اور یہ انڈیا اور پاکستان کے لئے بھی threat بن سکتا ہے
جناب اس کے بعد دیکھنا یہ ہے کہ روس کی یہ جو move ہے وہ
expansionist move ہے یا وہ حالات کی وجہ سے مجبور ہو گیا تھا -

As some people say that the situation was created such that Soviet Uion had no other option but to come in. Sir, critical examination of varous factors has re-affirmed my opinion that Soviet move is fall of American foreign policy. Sir, Afghanistan is continguous to a land which includes areas which are part of Soviet Union.

جناب ! کوئی بھی self-respecting قوم نہیں چاہے گی کہ کوئی ملک
خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو - ان کی territory میں آ کر ان کے حقوق
ختم کرے اور ان کے حق حکمرانی پر قبضہ کرے اب جناب جیب ؟ داؤد
خان نے وہاں پر feudal-cum-tribal نظام کو ختم
کرنے کی کوشش کی تو ظاہر ہے کہ اس کے اس کام میں سوائے روس کے

کہیں سے مدد ملنے کی امید نہ تھی۔ اس کے بعد۔

Because of their common interest in maintaining peace in the region. But Sir, Dawood himself in essence and form belonged to the ousted ruling class.

جناب چیئرمین: جتوئی صاحب یہ چیپٹر اب ختم ہو چکا ہے۔
میر اعجاز علی خان جتوئی: جناب میں صرف اس پر روشنی ڈالوں گا کہ وہاں جو intervention ہوئی ہے وہ Western World کی طرف سے ہوئی اور اس بنا پر روس وہاں آیا تھا۔ اب اس کو مختصر کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں عرض کروں جبکہ Geneva Accords ہو چکا ہے Agreement ہو چکا ہے تو اب ہمیں کوئی ایسی چیز نہیں کرنی چاہئے کہ اس ملک میں جب کہ Russian Troops وہاں سے نکل رہے ہیں۔ میں condemn کرتا ہوں کہ وہ ٹروپس وہاں پر نہیں آنے چاہئیں تھے بنیادی طور پر وہ آئیڈیا ہی غلط تھا۔ لیکن اب جب کہ وہ نکلنے کی بات کر رہے ہیں تو ہمیں بھی مثبت کردار ادا کرنا چاہئے۔ منفی کردار نہیں ادا کرنا چاہئے۔ ہمیں یہ کرنا چاہئے کہ اپنے ان بھائیوں کو جو مجاہدین یہاں ہیں ان کو یہ کہیں کہ جی! اب آپ باعزت طریقے سے اپنے وطن واپس جائیں اور ان کے لئے set - up کے حساب سے وہاں پر Elections ہوں ان کا internal Affairs ہے اس میں ہم مداخلت نہ کریں اور وہاں پر الیکشن کرانے کے بعد جو بھی وہ پریشر Build up کرنا چاہتے ہیں جا کر کریں لیکن انہیں پاکستان کی زمین اس کے لئے استعمال کرنے کی اجازت

[Mr. Aijaz Ali Khan Jotoi]

نہیں دی جانی جانی چاہئے۔ کیونکہ یہ خطرناک چیز ہے

Super Powers have already agreed in their own interest and not in our interest.

کہ یہ جنگ ۹ سال سے چل رہی تھی تو ہم ان سے یہ عرض کرنا چاہئے کہ جناب آپ واپس جائیں اور واپس جا کر اپنے کے Set-up کے حساب سے اپنی Environments کے حساب سے اپنی گورنمنٹ کو تبدیل کرنے کی کوشش کریں۔ اگر آپ اس کے اہل ہیں تو آپ کو حکومت ملنی چاہئے۔ اگر آپ کو لوگوں کی سپورٹ تو آپ کو اس میں حصہ ملنا چاہئے اگر آپ کو لوگوں کی سپورٹ نہیں ہے تو پھر شاید آپ کو اپوزیشن میں بیٹھنا پڑے اس میں کوئی برائی نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ہی میں سمجھتا ہوں کہ آپ کافی impatient ہو رہے ہیں۔

I thank you very much for giving me an opportunity to speak.

جناب چیئرمین: جناب غلام حیدر تالپور! وہ یہاں نہیں ہیں۔ جناب قاضی عبداللطیف صاحب، قاضی صاحب آپ سے بھی میں وقت کے متعلق درخواست کروں گا کہ اس کا لحاظ رکھیں۔

قاضی عبداللطیف: اتنا فرق ہے کہ لوگوں سے تو بعد میں آپ نے یہ التماس کی اور مجھ سے پہلے ہی کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: آپ کچھ زیادہ قریب ہیں اس لئے۔

قاضی عبداللطیف: نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہِ الکریم۔ جنابِ والا! ہمارے قابلِ صد احترام صدرِ محترم نے جو کچھ ارشادات فرمائے۔ یہ ان کا اپنا آئینی حق تھا۔ ہمیں کہا گیا ہے کہ اس پر اپنے تاثرات کا اظہار کریں۔ میں یہاں کوئی تمہید لانا نہیں چاہتا۔ تاکہ وقت کی بچت ہو جائے۔ ہمارے جناب صدرِ محترم نے چند ارشادات فرمائے۔ پہلی چیز انہوں نے فرمائی کہ وزیر اعظم اور صدر کے درمیان اختیارات کو متوازن کر دیا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ وقت کی ضرورت تھی ہم نے اس سے پہلے غیر متوازن اختیارات کا نتیجہ دیکھا تھا۔ صدر کی شکل میں بھی اور وزیر اعظم کی شکل میں بھی۔ جب اختیارات غیر متوازن تھے تو اسکا نتیجہ ملک کو بھگتنا پڑا۔ لہذا اس لئے یہ وقت کی ایک ضرورت تھی اور تمام سیاسی جماعتوں کا یہ مطالبہ تھا کہ یہ توازن ہونا چاہئے۔ اس لئے ان کا یہ فرمانا کہ اب ہم نے اس میں توازن کر دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں بالکل صحیح ہے۔ لیکن انہیں اس توازن کے اندر رہتے ہوئے اپنے اختیارات کو استعمال کرنے چاہئیں۔ اگر اس توازن کے اندر کچھ بگاڑ آیا تو پھر وہ میزان قائم نہیں رہے گی اور وہ توازن قائم نہیں رہے گا اور خدانخواستہ ہمیں پھر اسی حالات سے دوچار ہونا پڑیگا۔ جن سے اس سے پہلے ہوئے ہیں۔ اس لئے میری گزارش یہ ہے کہ آئینی طور پر جتنا توازن ہوا ہے اسی پر قائم رہنا چاہئے اور کسی بھی فریق کو اس سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ جناب صدرِ محترم نے فرمایا کہ یہ صدر کی ذات کی بات ہے وہ ضیاء الحق نہیں ہے۔ وہ ملک کی عزت، ملک کا وقار اور ملک کی شناخت ہے ہمیں اس سے سولہ آنے اتفاق ہے۔

[Qazi Abdul Latif]

یہ بالکل صحیح ہے ۔ ملک کا وقار صدر کے وقار سے ہے اور صدر کا وقار ملک کے وقار سے ہے ۔ صدر ۱۰ کروڑ آبادی کا نمائندہ ہے ۔ اس کے ہر فعل کو آبادی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے بلکہ ملک کی طرف منسوب کیا جاتا ہے ہمیں اس پر فخر تھا کہ تمام اسلامی ممالک نے ہمارے صدر محترم کو اقوام متحدہ میں اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا ۔ یہ پاکستان کی عزت تھی اور وہاں جا کر صدر محترم نے جو کردار ادا کیا کہ اقوام متحدہ میں پہلی مرتبہ قرآن کریم کی تلاوت کی گئی اور اس کے ساتھ ساتھ یہ ہوا کہ بین الاقوامی دنیا کے سامنے اقوام متحدہ کے چارٹر کے مقابلے میں حقوق انسانی کے متعلق آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبۂ حجۃ الوداع پیش کیا ۔ یہ ہمارے لئے فخر کی بات تھی ۔ پاکستان کا مقصد یہی تھا اور پاکستان کا نصب العین یہی تھا ۔ اسی طریقے سے بعض اقدامات جو ملک کے اندر کئے گئے ہیں کہ قرارداد مقاصد کو دستور کا حصہ بنا دیا گیا ہے ۔ یہ ہمارے لئے قابل فخر ہے ۔ قادیانیت کے متعلق آرڈیننس بنا دیا گیا ہے ۔ یہ ہمارے لئے قابل فخر ہے ۔ لیکن یہ ایک ایسا نازک ترین مقام ہے کہ ہم صدر محترم سے یہ بھی گزارش کریں گے کہ اگر صدر بحیثیت صدر ہونے کے ان لوگوں کے ساتھ ہاتھ ملاتا ہے ۔ یا ان لوگوں کے لئے نرم گوشہ رکھتا ہے جو صاف کہتے ہیں کہ اس ملک کو ٹوٹ جانا چاہیئے اور جو صاف کہتے ہیں کہ ہم اس ملک کو نہیں مانتے ۔ چاہے وہ عیادت کی شکل میں ہو ۔ چاہے اعزاز کی شکل میں ہو چاہے عزت کی شکل میں ہو ۔ اس سے ہمارے سر شرم سے جھک جاتے ہیں ۔ اگر ہمارے صدر محترم دس کروڑ کی آبادی کا نمائندہ ہونے کے باوجود دلیپ کمار جیسے آدمی کو ایوان صدر میں بلاتے ہیں ۔ تو ہم نہیں سمجھتے کہ ہم اس کی کیا تاویل کریں ۔ اس لئے کہ وہ ضیاء الحق نہیں ہے ۔ وہ اس ملک کا صدر ہے

اور دس کروڑ آبادی کا نمائندہ ہے۔ اگر وہ اپنے سے ایک کم ترین بلکہ وہ شخصیت کہ جس کے کردار پر ہمیں اعتراض ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ وہ ہماری تہذیب نہیں۔ یہ ہمارا تمدن نہیں ہے۔ یہ ہماری ثقافت نہیں ہے۔ ان لوگوں کو اگر ایوان صدر میں بلا کر اعزاز دیا جاتا ہے تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم اس کی تاویل کیا کریں۔ اس لئے میں عرض کروں گا کہ صدر محترم کے اس مقام کا تحفظ کرنا اور اس مقام کی نزاکت کو سمجھنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ دس کروڑ عوام کے لئے ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مشترکہ ذمہ داری ہے اور صدر محترم کی بھی یہ ذمہ داری ہے اور ہماری بھی یہ ذمہ داری ہے کہ ہم اس مقام کا احترام کریں اور اس مقام پہ کوئی ایسا حرف نہیں آنا چاہئے کہ جس سے ملک کی عزت پر حرف آئے اور جس سے اس ملک کی بدنامی ہو یا یہ سمجھا جائے کہ ہماری ثقافت اس طرح کی ہے۔ استنبول میں ہمارے سفارت خانے نے جو کچھ کیا وہ ہماری ہی طرف منسوب ہوگا۔ اگر ایسے بے حیا اور ایسے فحاش لوگ ہمارے سفارت خانوں میں بیٹھے ہوں گے اور وہ وہاں ہماری ترجمانی اس طرح کریں گے تو یہ سمجھا جائے گا کہ۔ جب پہلی مرتبہ خلاء کے اندر بندر بھیجا گیا اور وہ ناکام ہو کر واپس آیا تو عطاء اللہ شاہ ؒ نے فرمایا کہ شکریہ ہے اللہ تعالےٰ کا کہ وہ بندر ناکام ہو کر واپس آیا ہے ورنہ وہاں کی مخلوق یہ سمجھتی کہ زمین پر یہ لوگ بستے ہیں اب سوال یہ ہے کہ اگر استنبول میں ایسے لوگوں کو بھیجا جاتا ہے جنہوں نے وہاں غلط کردار ادا کیا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ وہاں کے لوگ یہ سمجھیں گے کہ پاکستان میں ایسے لوگ بستے ہیں۔ جن کی تہذیب و تمدن

[Qazi Abdul Latif]

اور جن کا دین اور اسلام یہی ہے ۔ بہرحال میں گزارش کروں گا کہ جناب صدر مملکت کا یہ فرمان بالکل بجا ہے ۔ لیکن اس کا تحفظ کرنا ہم دونوں کا مشترکہ فرض ہے ۔ صدر کا بھی فرض ہے اور ہمارا بھی فرض ہے ۔ وہ اگر غیر محرموں سے ہاتھ ملاتے ہیں تو سیدھی بات یہ ہے کہ ہم اس کی کوئی تاویل نہیں کر سکتے آپ بتائیں کہ اس کی تاویل کیا کریں ۔

تیسری بات جناب صدر نے یہ فرمائی کہ صدر اور وزیر اعظم کے درمیان میں قابل رشک حد تک افہام و تفہیم ہے ۔ ہمیں خوشی ہے ۔ ہم چاہتے ہیں ۔ اور ہم یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ اس افہام و تفہیم کو مزید بڑھا اس لئے کہ اس میں ملک کی سلامتی ہے اگر اس وقت ہمارے درمیان افہام و تفہیم کی بات نہیں ہو گی تو یقینی بات ہے کہ یہ ملک کے لئے بھلائی اور نیک شگون نہیں ہے اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ دونوں کے درمیان میں قابل رشک حد تک افہام و تفہیم ہو لیکن میں قائد ایوان سے بڑے ادب اور احترام کے ساتھ یہ پوچھوں گا کہ آپ کے ایک بہت بڑے سینیٹر مسلم لیگی حسن اے شیخ صاحب نے جو تقریر کی ہے ، کیا یہ مسلم لیگ کی پالیسی ہے اگر اس نے مسلم لیگ کی پالیسی کے تحت یہ تقریر کی ہے تو میں سمجھوں گا کہ یہ افہام و تفہیم یک طرفہ ہے پھر سوچنا پڑے گا کہ اس افہام و تفہیم کو دو طرفہ کیسے کیا جائے صدر صاحب پھر خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ ہمارا افہام و تفہیم دونوں طرف سے ہے میں سمجھتا ہوں کہ یا تو قائد ایوان کو اس کا ٹوٹس لینا چاہیئے کہ ایک بڑے سینیٹر ممبر ہو کر انہوں نے اس طرح کی تقریر کی ہے جو میں سمجھتا ہوں کہ آئین کی حدود

نے بھی باہر تھی اور ہم نے دیکھا کہ ہمارے چیئرمین صاحب نے بھی اس کو اس انداز سے ٹوکا کہ تم صدر کی ذات پر کچھ کہہ رہے ہو، بہرحال جو کچھ ہوا۔ اس کے متعلق میں قائد ایوان سے ضرور دریافت کروں گا کہ مہربانی فرما کر کے اس کی وضاحت کریں کہ شیخ صاحب نے جو کچھ فرمایا کیا یہ ملک کے مفاد میں تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت جو لوگ اس موجودہ حکومت اور فوج کے درمیان خلیج بڑھانا چاہتے ہیں وہ کسی صورت میں بھی ملک کے وفادار نہیں ہیں۔ میرے نزدیک یہ لوگ ہیں کہ جن کی وجہ سے صدر ایوب آیا، جن کی وجہ سے یحیی آیا اور جن کی وجہ سے یہ لوگ آئے کہ جنہوں نے اس ملک کو اپنی مٹھی میں لیا۔ فوج اور سول کے درمیان میں اگر تعاون نہیں ہوگا۔ تو میری سمجھ سے یہ بات بالاتر ہے کہ اس ملک کا تحفظ کون کرے گا۔ فوج ہم سے ہے اور ہم اس سے ہیں۔ وہ ہمارے بیٹے ہیں۔ اور ہمارے بھائی ہیں۔ ہاں میں کہتا ہوں کہ اختیارات کی تقسیم کی بات ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ذمہ داریوں کی تقسیم کی بات ہے۔ ہر ایک کو اپنی ذمہ داری کے مطابق کام کرنا چاہئے۔ لیکن یہاں اس خلیج کو بڑھانے کی کوشش کی گئی ہے اگر کہیں کوئی غلط فہمیاں ہوئی ہیں تو ان کو کم کرنے کی ضرورت ہے ان کو بڑھانے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے میں گزارش کروں گا کہ آج کے وقت کے لحاظ سے یہ ہمارا فرض ہے کہ اس خلیج کو بڑھانے کی بجائے کم کرنے کی کوشش کریں اگر واقعتاً ان کے درمیان کوئی غلط فہمی ہے تو اس کو بھی کم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے نہ یہ کہ اس کو بڑھانا چاہئے۔

[Qazi Abdul Latif]

چوتھی بات، ہمارے صدر محترم نے یہ فرمائی کہ جمہوریت کی نشو و نما کے لئے مسلم لیگ کو مستحکم بنانا چاہیئے۔ ہم اس مشورے کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ یقینی بات ہے کہ اس ملک میں جمہوریت ہونی چاہیئے اس کو مستحکم ہونا چاہیئے۔ لیکن اتنی گزارش میں ضرور کروں گا کہ آج اس جمہوریت کے نام سے سرکار کا سارا فنڈ مسلم لیگ کے استحکام کے لئے کیوں استعمال کیا جارہا ہے، مسلم لیگ ایک جماعت ہے۔ سرکاری فنڈز اس کے لئے استعمال نہیں ہونے چاہئیں۔ ہمارے وزراء حضرات جب دوروں پر جاتے ہیں۔ وہ دورہ تو کرتے ہیں سرکاری ان کا پروگرام تو ہوتا ہے سرکاری، لیکن وہاں پر وہ سارے کا سارا کام مسلم لیگ کے لئے کرتے ہیں۔ دفتر کھولے گئے ہیں اور ہر وزیر کو وہاں جانا پڑتا ہے۔ کیا ہم اس ملک کے باشندے نہیں ہیں کیا ملک کا خزانہ ہمارے لئے نہیں ہے کیا ملک کا خزانہ ان لوگوں کے لئے نہیں ہے جو مسلم لیگ کے اندر شامل نہیں ہیں۔ میں گزارش کروں گا

کہ مسلم لیگ کو اپنی حدود کے اندر اپنے کام پر اپنا خرچ کرنا چاہیئے۔ اپنی جماعت کو مستحکم کریں، مضبوط کریں۔ لیکن اگر خدانخواستہ ایسی بات ہوئی تو یہ ایک بڑی غلط روایت ہوگی۔ ملک کے اندر سرکار کے فنڈ کو مسلم لیگ یا ایک جماعت کے لئے اگر استعمال کیا جاتا ہے تو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جہاں واحد جماعت حکومت میں آئے گی اور جہاں واحد جماعت حکومت میں آئے تو آپ اندازہ لگایئے کہ اس ملک کا حشر کیا ہوگا۔ پھر یہ تو کہہ دیجئے کہ دوسری

جماعتوں کو ہم برداشت نہیں کرتے اگر دوسری جماعتوں کو آپ برداشت کرتے ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ سیاسی عمل یہی ہے کہ تمام جماعتیں اپنی اپنی جگہ پر عمل کریں گی تو پھر آپ کو چاہئے کہ آپ اپنے سرکاری اثر و رسوخ کو اپنی جماعت کے لئے استعمال نہ کریں۔

پانچویں بات یہ کہ انتخابات کے اندر جو بدعنوانیاں پیدا ہوئی ہیں اور ہم نے اپنے علاقوں کے اندر دیکھا کہ ہمارے وزراء کے سامنے بلکہ وزراء خود دلالی کر کے اس میں ووٹوں کی خرید و فروخت کریں تو میری سمجھ سے یہ بات بالاتر ہے کہ

جب مسیحا دشمن جان ہو تو کب ہو گی زندگی
کون راہ بتلا سکے جب خضر بھکانے لگے

وزراء کے سامنے اور وزراء کے دفتروں میں اگر سودے ہوتے ہیں اور وزراء اعلیٰ اس کی سرپرستی کرتے ہیں تو مجھے حیا آتی ہے ان الفاظ کے استعمال کرنے میں اور میں نہیں سمجھتا کہ ان کے لئے کون سے الفاظ استعمال کئے جائیں بہر حال میں گزارش کروں گا کہ اس کے متعلق ہمیں سوچنا ہو گا کہ اور اگر ہم جمہوریت کی طرف بڑھ رہے ہیں اور جمہوریت کو ہم لانے کی کوشش کر رہے ہیں تو ہمیں جمہوریت کے تقاضوں کو پورا کرنا چاہئے۔ اگر ہمیں جمہوریت واقعتاً صحیح معنیٰ میں لانی ہے۔ صدر محترم نے ممبروں کی اہلیت کے متعلق جو شرائط لگائی تھیں ان کو کیوں نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ وہی شرائط کہ جو پہلے لگائی گئی تھیں۔ ان کو بروئے کار لایا جائے۔ اگر فرد کی اصلاح نہیں

[Qazi Abdul Latif]

ہو گی تو یہ ملک بچ نہیں سکے گا۔ اس لئے ممبروں کی پہلے اصلاح ہونی چاہئے اور جب ممبروں کی اصلاح ہو جائے تو آپ یقین کیجئے کہ یہاں انقلاب آسکتا ہے اور یہ ملک واقعتاً ایک جمہوری ملک بن سکتا ہے۔ اس لئے میں یہ گزارش کروں گا کہ جمہوریت کی نشوونما کے لئے سب کچھ ہونا چاہئے ورنہ اگر یہ غلط روایت پڑ گئی تو خدانخواستہ ہم پٹڑی سے پھر اتر سکتے ہیں۔

چھٹی بات یہ کہ ملک میں امن عامہ تسلی بخش نہیں، انتظامی اقدامات کی ضرورت ہے سب دوستوں نے اس پر اظہار رائے کیا ہے لیکن میری گزارش یہ ہے کہ جو طریق کار ہمیں قرآن کریم نے سکھلایا تھا۔ ہم نے اس طریق کار کو اختیار نہیں کیا، یورپ نے ہمارا وہ طریق کار اختیار کر لیا ہے، پولیس کے ذریعے امن عامہ کیونکر قائم ہو سکتا ہے اور کیوں قائم ہو گا۔ یہ لوگ تو ہمیشہ اس میں ناکام رہے ہیں۔ اس لئے نہیں کہ وہ بددیانت ہیں، آپ اندازہ لگائیے کہ دس کروڑ کی آبادی کے لئے اگر آپ ایک کروڑ سپاہی بھی لائیں گے تو یہ ہر ایک کی نگرانی کیوں کر کر سکیں گے اور کیسے کریں گے یہ ناممکنات میں سے ہے اس کا طریق کار یہ ہے کہ ہم اصلاح کریں اور جتنے تک ہر شخص اور ہر فرد یہ ذمہ داری محسوس نہیں کرے گا۔ کہ امن قائم کرنا اور قانون کی نگہبانی کرنا اور قانون پر چلنا اس کا بھی فرض ہے اس کا اخلاقی فریضہ ہے اس کا دینی فریضہ ہے اس کا سیاسی فریضہ ہے۔ اس کا ملکی فریضہ ہے تو امن قائم نہیں ہو گا۔

آج یہ کہا جا رہا کہ قانون اور اخلاقیات کے درمیان میں کوئی تناسب نہیں ہے اور جب سے اخلاقیات کو قانون سے علیحدہ کر دیا گیا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے جو آج ہم دیکھ رہے ہیں۔ اخلاقیات قانون کا ایک جزو ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قتل خطاء کے اندر صرف دیت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس قاتل پر جس نے غلطی کی بنا پر ایک قتل ہوا ہے۔ کفارے کے لئے روزے بھی رکھ دیئے ہیں تا کہ اس کو اس بات کا احساس ہو کہ جو کچھ اس نے کیا ہے اس کی سزا اسے بھگتنی چاہئے اور چونکہ وہ مجرم ہے اس لئے وہ روزے رکھے گا تا کہ اس کے ذہن کے اندر یہ بات پیدا ہو جائے کہ واقعی اس نے بڑی غلطی کی ہے۔ باوجود اس بات کے کہ اس سے قتل ہوا ہے اور غلطی سے ہوا ہے خطاء سے ہوا ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی اخلاقیات کو اگر آپ اس سے علیحدہ کر دیں گے تو یہ ناممکنات میں سے ہے اور اخلاقیات کا تعلق صرف اور صرف مذہب سے ہے۔ مذہب کو آپ اس سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ مجھے معلوم نہیں ہے کہ ہماری درس گاہوں کے اندر مذہبی تعلیم کتنی دی جاتی ہے۔ لیکن ہماری اپنی درس گاہوں کے اندر تو یہی ہے پہلے جب بچہ آتا ہے تو اسے یہ سکھایا جاتا ہے کہ۔

کریما بہ بخشائے بر حال ما
کہ ہستم اسیر کمند ہوا

بہر حال پہلا سبق وہاں یہی ہوتا ہے کہ اللہ میرے حال پر رحم کر جب یہاں ہمارا بچہ سکول جاتا ہے وہاں پڑھتا ہے کہ باپ حقہ پی رہا ہے۔ یہ چوہا

[Qazi Abdul Latif]

ہے یہ بلی ہے یہ وہ ہے یہ وہ ہے۔ آپ اندازہ لگائیے کہ اس طریقے سے ہماری اصلاح کیسے ہوگی اور کیونکر ہوگی اور آپ حیران ہوں گے اور میں آپ کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ وزیر اعظم صاحب نے جو پچاس پچاس لاکھ روپیہ ترقیاتی فنڈز کے لئے دیا ہے ۸۸-۸۷ء کے اندر ہمیں باقاعدہ کہہ دیا گیا ہے کہ تم دینی مدارس کے لئے اس میں سے کچھ نہیں دے سکتے ہو۔ کیا وہ تعلیم نہیں ہے۔ کیا وہ اتنی گری ہوئی چیز ہے کہ ہم اس کے اندر خرچ نہیں کر سکتے۔ ہم پرائمری سکول کے اندر دے سکتے ہیں مسجد اور مکتب کے اندر دے سکتے ہیں۔ لیکن ہمیں کہا گیا ہے کہ ہم دینی مدارس کے لئے نہیں دے سکتے آپ یہ ریکارڈ دیکھ سکتے ہیں۔ آخر کیوں؟ کیا وہ سرے سے تعلیم ہی نہیں ہے تو میں عرض کروں گا کہ جتنے تک ہم اسلامی تعلیم نہیں دیں گے۔ قرآن نے یہ بتلایا ہے اور آپ کو یہ پتہ ہے کہ قرآن کریم رمضان المبارک میں نازل ہوا اور رمضان المبارک میں نازل ہونے کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ تمہیں روزے رکھنے ہیں اس روزے کا مقصد کیا تھا۔ قرآن کریم میں سارا عملی نمونہ بتا دیا گیا تھا کہ قرآن کریم کیا چاہتا ہے وہ یہی چاہتا ہے کہ چاہے حلال کھانا بھی کیوں نہ ہو لیکن جب خدا کا حکم آگیا کہ تم اب وہ کھانا اور پینا نہیں کر سکتے ہو تو نہیں کر سکتے ۔۔۔

مقصد یہ تھا کہ تمہارا کھانا پینا تمہاری خواہشات تمہاری شہوات تمہارے جتنے بھی جذبات ہیں وہ اللہ تعالٰے کے حکم کے تابع ہیں۔ یہ ہمیں عملی ٹریننگ دی گئی تھی اور یہی ابتداء کرائی گئی تھی میں زیادہ تفصیل میں نہیں جاؤں گا پھر آپ فرمائیں گے کہ وقت ختم ہو گیا ہے بہرحال ابتدا فرد سے ہوتی ہے اور اس کے بعد خاندان ہے۔ خداوند قدوس نے نبی الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا کہ پہلے اپنا قبیلہ ہے پھر اس کے بعد سارا علاقہ ہے اور جتنے تک اصلاح کی

یہ صورت نہیں ہو گی میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم رشوت ستانی اور بدعنوانیوں وغیرہ کو کیسے ختم کریں گے ۔ میری گزارش یہ ہے کہ جتنے تک مذہب کو اجاگر نہیں کیا جائے گا اور مذہب کو سامنے نہیں لایا جائے گا ۔ یہ بدعنوانی ختم نہیں ہو سکتی ۔ کہا جاتا ہے کہ دستور کے اندر ہمیں حکمت عملی بتائی گئی ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ پاکستان کے مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے گا ۔ کہ وہ اسلامی زندگی پر عمل پیرا ہو سکیں لیکن میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی ۔

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ ای!
باز می گوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

ایک طرف تو ہمارا صدر جاتا ہے اور کھیلوں کا افتتاح بھی کرتا ہے اور کھیلوں کے انعامات بھی تقسیم کرتا ہے ۔ میں یہ نہیں کہتا کہ کھیل ناکارہ ہیں ۔ کھیل ہوں لیکن اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ دس کروڑ کا نمائندہ جا کر ہر کھیل کی ابتدا کرے اور ہر کھیل کی انتہا کرے ۔ وہ کھیل دیکھنے کے لئے ہندوستان جائے اور ہمارے وزراء کھیلوں کی ابتداء اور انتہا کریں ۔ جب ہمیں اس طریقے کی طرف لے جایا جا رہا ہے اور پھر ہمیں کہا جاتا ہے کہ اپنے اخلاق کا خیال رکھو تو ہم اپنے اخلاق کا کیسے خیال رکھیں بھئی تم نے ہمارے بچوں کو اس طرف لگا دیا ہے ۔ اس طرف کھیل کود لٹو کر دیا ہے ۔
اب اس کے بعد ہمیں کہا جا رہا ہے کہ تم نے خیال رکھنا ہے کہ مسلمان بنو میری سمجھ میں نہیں آتا میں تو پھر وہی کہوں گا

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ ای
باز می گوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

[Qazi Abdul Latif]

بہر حال میں یہ گزارش کروں گا۔ کہ جناب صدر محترم نے امن عامہ کا ذکر کیا تھا۔ امن عامہ کے لئے ضرورت ہے قانون اور اخلاقیات دونوں کو ملانے کی۔ ہمیں کہا جاتا ہے کہ تمہیں قانون سازی نہیں آتی۔ ہم نے ایک شریعت بل پیش کیا ہے۔ اور اس شریعت بل کو تین سال ہوگئے ہیں کہ دفن کر دیا گیا ہے۔ یہاں میں ایک گزارش اور کرونگا۔ ریکارڈ کی تصحیح کے لئے۔ صدر محترم نے فرمایا ہے " نواں ترمیمی بل جس کو عرف عام میں شریعت بل کہا جاتا ہے " میں کہتا ہوں کہ یہ ریکارڈ کو غلط کرنے کے مترادف ہے یہ تاریخ کو مسخ کرنے کے مترادف ہے اس کو شریعت بل نہیں کہا جاتا اس کو نواں ترمیمی بل کہا جاتا ہے۔ سینیٹ کے ریکارڈ میں نواں ترمیمی بل ہے۔ شریعت بل نہیں ہے شریعت بل وہی ہے جو پرائیویٹ طور پر ہم نے موو کیا ہے۔ اگر صدر محترم کو اس کا علم نہیں ہے۔ تو پھر میں اتنی گزارش کروں گا اور اس کا معنیٰ یہ ہے کہ صدر محترم کے ارد گرد وہ لوگ چھا گئے ہیں جو صدر ایوب کے ارد گرد تھے اور انہیں کہتے تھے کہ سب کچھ ٹھیک ہے اور اس انجام تک انہیں پہنچایا اور اگر انہوں نے دیدہ دانستہ یہ کہا ہے تو میں کہوں گا کہ اللہ تعالےٰ اسے معاف کرے یہ انہوں نے غلط کہا ہے اور اس کی تصحیح ہونی چاہئے۔ ہم اس کے متعلق کہتے ہیں کہ انشاء اللہ ہمیں اپنا فریضہ ادا کرنا ہے اور مجھے اس ایوان پر یقین ہے۔ حکومت نے اس کو ایک سرد خانے میں ڈال دیا ہے لیکن ایوان اس کی حمایت کریگا اور ایوان اس کو پاس کرے گا۔

بہر حال میری گزارش یہ ہے کہ امن عامہ کس طریقے سے تسلی بخش ہو، صدر محترم نے اپنے ارشادات میں چوری ڈاکہ رشوت وغیرہ کا تذکرہ فرمایا

ہے۔ یہ وہ جرائم ہیں جو قانون کے لحاظ سے بھی دنیا کہتی ہے کہ جرائم ہیں اور اس پر توجہ دلائی جاتی ہے۔ موجودہ حکومت بھی کہتی ہے کہ جرائم ہیں اور ان کا انسداد ہونا چاہئے۔ لیکن تین چیزیں میرے خیال سے صدر محترم کے ذہن سے محو ہو گئی ہیں یا ان کو یاد نہیں رہیں جو اس سے سنگین ترین ڈاکہ ہے وہ میں گزارش کروں گا کہ سرکاری محکموں کے اندر جو غبن ہوتے ہیں۔ سرکاری محکموں کے اندر جو کمیشن وصول کئے جاتے ہیں۔ بنکوں پر قرضے کے نام سے جو ڈاکے ڈالے جاتے ہیں۔ اربوں روپیہ لیا جاتا ہے اور یہ بڑے بڑے سرمایا دار لیتے ہیں اور پھر اس کو معافی کے نام سے ختم کرا دیتے ہیں۔ میں اسے ڈاکہ کہوں تو کیا کہوں، ڈاکے کے سوا اور اس سے کیا مطلب ہے۔ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔

خدایا تو صبر بہ آتش سوز

یہ دن دھاڑے کا ڈاکہ ہے اور قانون کے تحفظ میں ہے اور قانون کی نگرانی اور پشت پناہی میں ہے میں عرض کروں گا کہ سب سے پہلے یہ چیز تھی اور مجھے افسوس ہے کہ ملک مجید صاحب کی کمیٹی شائد اس کے اندر ناکام رہی اس کے اندر اتنی بڑی بڑی مچھلیاں تھیں کہ اس کے جال کو شائد توڑ گئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے وزراء نے اس سے استعفے دے دیئے ہیں آخر کیوں؟ ہم یہ کہتے ہیں سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ ایک شخص جو اگر کسی کی جیب کاٹتا ہے، جس میں پانچ دس روپیہ ہوتے ہیں وہ تو مجرم ہے لیکن ایک شخص دن دہاڑے بنک سے قرضے کے نام سے رقم وصول کرتا ہے اور لاکھوں روپے لیتا

[Qazi Abdul Latif]

ــ لیکن اس کا نام بھی نہیں بتایا جاتا کہ یہ کون تھا اس نے کیوں لئے اور کیسے لئے اور اس کا مستحق وہ کیسے بنا تھا۔ آخر کیوں؟ ہمیں یہ تو بتایا جائے کہ آخر ہمارے ساتھ یہ کیوں ہو رہا ہے۔ بہرحال میں گزارش کروں گا کہ اس کی طرف توجہ کی ضرورت ہے کہ جو جنٹلمین ڈاکو قانون کے نام پر اور قانون کی پشت پناہی کے اندر ڈاکے ڈال رہے ہیں ان کے متعلق سب سے پہلے اقدام ہونا چاہئے اور میں یقین سے کہتا ہوں اگر یہ غبن نہ ہوں اور یہ کمیشن کے نام سے جو بیرونی سودے ہوتے ہیں وہ نہ ہوں جیسا کہ ڈاکٹر محبوب الحق نے کہا تھا کہ ۴۰ ارب روپیہ ہمارا ان کمشنوں میں چلا جاتا ہے اگر یہ کمیشن نہ ہوں اگر یہ ڈاکے نہ ہوں اگر بینک کے قرضے اپنے واجب الادا نہ ہوں تو ہمیں باہر کی امداد کی ضرورت تک نہیں پڑے گی۔ مجھے یقین ہے۔ بہرحال میں گزارش کروں گا کہ اس کی طرف توجہ کی بہت ضرورت ہے۔

صدر محترم نے اسلامی عدل کے متعلق بہت کچھ فرمایا ہے۔ ہم اس کے ممنون ہیں لیکن ۹ سال سے ہم یہ آواز بار بار سن رہے ہیں یہ آواز یہاں گونج رہی ہے، اور میں بڑی معذرت کے ساتھ اپنے قابل احترام وزیر قانون سے یہ گزارش کروں گا کہ وہ بار بار چکر لگاتے ہیں۔ امریکہ کا، فلپائن کا اور چین کا۔ وہاں کا نظام عدل دیکھتے ہیں۔ میں اس کے خلاف نہیں ہوں جہاں کہیں سے بھی ہمیں اچھی چیز ملے ہمیں لینی چاہئے۔ اس لئے کہ ہم کہتے ہیں کہ بھلائی کی بات مومن کیلئے اس کی ایک گم شدہ چیز ہے، جہاں سے اُسے ملتی ہے، لے لے۔ میں اس کے خلاف نہیں ہوں لیکن آپ کے قانون کے اندر خود غلطیاں ہیں، آپ کے نظام قانون کے اندر خود غلطیاں ہیں، ان کو نکالیئے، آپ پولیس پر کیوں لعنت بھیجتے ہیں، آپ اندازہ لگایئے، آپ کے قانون کے اندر مدعی،

مدعا علیہ اور گواہ کی تعریف نہیں ہے، زید کا بھائی قتل ہوتا ہے، اور وہ دعویٰ کرتا ہے، دعویٰ زید کرتا ہے کہ میرا بھائی قتل ہوا ہے۔ مدعی اس کے لئے حکومت کرتا ہے اور تفتیش کرنے والی بھی حکومت ہے۔ آپ اندازہ لگائیے،

ورثا میرے کریں قتل کا دعویٰ!

وہی قاتل، وہی شاہد، وہی منصف ٹھہرے

جب سب کچھ وہی ہیں تو تفتیش کے اندر خامیاں آئی ہیں، کیوں نہ آئیں، اس لئے کہ پولیس والے کا بھائی نہیں مارا گیا ہے اس لئے کہ تفتیش کنندہ کا بھائی نہیں مارا گیا ہے۔ اس کا باپ نہیں مارا گیا ہے۔ اس کا بیٹا نہیں مارا گیا ہے جب اس کا باپ بیٹا اور بھائی نہیں مارا گیا ہے، تو اس کے دل کے اندر جلن کیوں ہو، وہ اپنے مفاد کو دیکھے گا۔ اگر ظالم اس کے پاس آکر اسے رضامند کرتا ہے تو اس کا پاس کرے گا اور اگر مظلوم، اس کے پاس آکر اسے راضی کر لیتا ہے تو اس کی پاسداری کرے گا۔ لہذا تفتیش کا یہ طریقہ ٹھیک نہیں ہے۔ آپ نے تفتیش کا یہ طریقہ رکھا، کہ مدعی بھی حکومت ہے، اور تفتیش کنندہ بھی حکومت ہے، اور فیصلہ کنندہ بھی حکومت ہے۔ میں حکومت اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ابتدائی سطح پر انتظامیہ اور عدلیہ اکٹھے ہیں، وہ علیحدہ نہیں ہوئے ہیں باوجود اس بات کے کہ ہم کہتے ہیں کہ عدلیہ کو انتظامیہ سے علیحدہ کریں گے، لیکن آج تک ہم نے ان کو اس سے علیحدہ نہیں کیا ہے، مدعی کو ہم نے چھوڑ دیا۔ حکومت خود اس کی مدعی بن گئی ہے، اور گواہ کون ہے، وہ شخص جو مدعی ہے۔ جس کا قتل ہوا ہے، وہ گواہ بن گیا ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ آج کے قانون میں نہ تو مدعی کی تعریف ہے، نہ مدعا علیہ کی تعریف ہے

[Qazi Abdul Latif]

اور نہ ہی گواہ کی تعریف ہے اور جو طریقہ کار تفتیش کا رکھا گیا ہے وہ انتہائی پیچیدہ اور غلط ہے جس کی وجہ سے ہمارے مقدمات کا فیصلہ جلدی ہو سکتا ہے اور نہ ہی انصاف پر مبنی ان کا تصفیہ ہو سکتا ہے۔ اس لئے میں گزارش کروں گا کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی نظام عدل جاری کیا جائے اسے نافذ کرنے کے لئے بہت کچھ فرمایا گیا ہے اور اتنا بھی کہہ دیا ہے کہ سب کچھ بنا ہوا ہے لیکن انہوں نے صراحتاً یہ نہیں فرمایا۔ میں ان کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ اسلامی نظریاتی کونسل نے جتنے بھی قوانین بنائے ہیں اور جتنی بھی سفارشات کی ہیں، ان سب قوانین کو اور سفارشات کو سامنے لایا جائے اور ان پر عمل کیا جائے۔

جناب والا! علماء پر اعتراض کرنا یہ ایک فیشن بن گیا ہے اور ہمارے بعض دوستوں نے اس طرف توجہ مبذول کرائی ہے اور ہم ان کے ممنون ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ علماء کے اندر اتفاق نہیں ہے، میں کہتا ہوں کہ علماء کو اپنی جگہ پر چھوڑ دو، اسلامی نظریاتی کونسل آپ کی بنائی ہوئی ہے۔ اسی کی سفارشات کو سامنے لاؤ، آپ کو کس نے روکا ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کو ہی سامنے لاؤ، اس کی جتنی رپورٹیں ہیں ان پر عمل کرو اس کے اندر تمام طبقہ ہائے فکر کے لوگ موجود ہیں۔ ہم تین سال سے دعویٰ کر رہے ہیں، کہ ہمارا شریعت بل، متفقہ شریعت بل ہے اور اس کے اندر سوائے ایک آدھ نکتہ کے کسی نے اختلاف نہیں کیا ہے اگر مولویوں میں سے کسی نے مخالفت کی ہے تو وہ آپ کے بنائے ہوئے ہیں۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ نے ان کو کتنی کتنی رقمیں دی ہیں۔ اور پھر انہیں آپ سامنے لائے ہیں۔ بہرحال

میں اس topic پر تفصیل میں نہیں جانا چاہتا ۔ صرف اتنی گزارش کروں گا کہ اسلامی نظریاتی کونسل نے جو کچھ بنایا ہے ۔ اس کو نافذ کریں ۔ ہمیں کیوں طعنہ دیا جا رہا ہے کہ علماء میں اتفاق نہیں ہے ۔ پہلے تو میری یہ دعویٰ ہے کہ علماء میں اتفاق ہے لیکن اگر آپ یہی کہتے ہیں تو اسلامی نظریاتی کونسل کے مسودات کو سامنے لائیے ۔ اور اگر وہ بھی آپ کو منظور نہیں ہیں تو تین سال کے اندر آپ نے اس کا متبادل کیا پیش کیا ہے ۔ وہ ہمیں بتلایا جائے ۔ بہرحال صدر محترم نے جس طرف توجہ دلائی ہے ۔ ہم ان کے مشکور ہیں اور یہ ضروری ہے کیونکہ جب تک نظام عدل قائم ہوگا اسلام نافذ نہ ہوگا ۔ صرف نظام عدل ہی نہیں، قانون عدل بھی، اس لئے کہ عدل وہی ہے جو خدا نے بنایا ہے، اور جو قانون ہم بناتے ہیں ۔ اب اس کے اندر اگر کوئی غلطی ہے ۔ تو ہم اسے عدل نہیں کہہ سکتے ، قانون کے مطابق تو کہہ سکتے ہیں ، لیکن یہ کہنا کہ یہ عدل ہے ۔ عدل نہیں ہے عدل وہی ہے جو خدا نے بنایا ہے اور خدا کے رسولؐ نے ہمیں دیا ہے ۔

جناب چیئرمین :۔ قاضی صاحب ، میں آپ کی توجہ وقت کی طرف مبذول کرانا چاہوں گا ۔

قاضی عبداللطیف :۔ مجھے پہلے ہی یہ ڈر تھا ۔ میں اب اختصار سے بات کروں گا ۔ آپ کی عنایت ہے کہ آپ نے مجھے زیادہ وقت دے دیا ہے میں صرف اتنی بات کہوں گا اور اس پر زیادہ تفصیل سے بات نہیں کروں گا کہ خارجہ پالیسی کے متعلق کہا گیا ہے کہ ہم اس میں کامیاب ہوئے ہیں ۔ مجھے افسوس ہے کہ میں اس کامیابی کو آج تک نہیں سمجھ سکا ہوں ۔ جتنے بھی بڑے

[Qazi Abdul Latif]

ممالک کی طرف سے اس کے بارے میں خیر مقدمی الفاظ آئے ہیں۔ وہ صرف اتنے آئے ہیں کہ بڑی طاقتوں کے درمیان کشیدگی کم ہوگئی ہے۔ مشرق اور مغرب کے درمیان کشیدگی کم ہوگئی ہے۔ میں یہ پوچھتا ہوں کہ میرا مسئلہ کون سا حل ہوا ہے، پاکستان کا، افغانستان کا، کون سا مسئلہ حل ہوا ہے۔ اگر جنگ بھی جاری ہے۔ مہاجر بھی یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اب صرف یہ کہہ دینا کہ ہم مہاجروں سے کہہ دیں گے یا ہم مجاہدوں سے کہہ دیں گے، کہ مہربانی کر کے آپ نکل جائیے۔ مجھے افسوس ہے کہ یہ بین الاقوامی اخلاق اور بین الاقوامی قوانین کے خلاف ہوگا۔ جب کہ آپ کے معاہدے میں یہ بات نہیں ہے۔ اس میں یہ کچھ نہیں کہا گیا کہ مہاجرین کا کیا بنے گا۔ اور ہم نے ابتداء ہی سے یہ کہا تھا کہ افغانستان کے اندر مداخل روس ہے۔ اس نے جارحیت کی ہے۔ اس نے فوج بھیجی ہے۔ اور ساری دنیا نے اسے جارح قرار دیا تھا۔ اور آج ہم دستخط کر رہے ہیں۔ عدم مداخلت پر اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے جرم مان لیا ہے، کہ مداخل ہم تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے سارے ریکارڈ کو توڑ دیا ہے۔ جو ہم نے ریکارڈ بنایا تھا۔ اور ساری دنیا کے سامنے روس کو ہم نے ننگا کیا تھا۔ اور ساری دنیا کہتی تھی کہ روس جارح ہے، روس جارح ہے۔ آج روس نے یہ سیاسی چال چلی ہے، امریکہ اس کے ساتھ متفق ہوگیا ہے۔ اور اپنی بدترین شکست کو، انہوں نے جامہ پہنا دیا ہے۔ کس کا۔ کہ معاہدہ ہوا ہے۔ سمجھوتہ ہوا ہے۔ اور اسی بنیاد پر وہ مبارک باد دے رہے ہیں۔ کون سا سمجھوتہ

ہوا ہے ۔ میرے حق میں کیا سمجھوتہ ہوا ہے ۔ افغانستان کے حق میں کیا سمجھوتہ ہوا ہے ۔ اور مجاہدین کے حق میں کیا سمجھوتہ ہوا ہے ۔ مہاجرین کے حق میں کیا سمجھوتہ ہوا ہے ۔ تو میں افسوس سے کہونگا کہ میں اس پر مبارکباد دینے سے قاصر ہوں ۔ بہرحال اگر اس پر بحث ہوئی تو کل انشاء اللہ عرض کروں گا ۔

جناب چیئرمین : شکریہ ! جناب محمد علی خان ۔

جناب محمد علی خان : محترم قاضی صاحب نے اپنی تقریر کے دوران میں جناب حسن اے شیخ صاحب کی تقریر پر کچھ اعتراضات اٹھائے جناب والا! آپ کو یاد ہوگا ۔ کہ شیخ صاحب نے تقریر کی ابتداء میں یہ الفاظ فرمائے تھے کہ میرا تعلق مسلم لیگ اسمبلی پارٹی سے ہے اور میں صدر صاحب کی تقریر کا خیر مقدم کرتا ہوں ۔ البتہ تقریر کے دوران انہوں نے کچھ باتیں ایسی کہیں جو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان کی ذاتی رائے تھی اور جمہوریت میں کوئی بھی کسی کو اپنی رائے کے اظہار سے منع نہیں کرسکتا ۔ اگر آج شیخ صاحب یہاں موجود ہوتے تو وہ یقیناً صاحب صدر کی اس تقریر کا خیر مقدم فرماتے اور پارٹی کے ساتھ ووٹ دیتے ۔ شکریہ ! ۔

جناب چیئرمین : جناب محمود احمد منٹو صاحب ۔

جناب محمود احمد منٹو : جناب والا ! میں اس کو اپنی خوش قسمتی سمجھوں یا بدقسمتی سمجھوں کہ مجھے پہلی تقریر جو اس معزز ایوان میں کرنی پڑی ہے ۔ وہ ۔ ۔ licklish موضوع پر کرنی پڑی ہے ۔ کہ آیا ہم جناب صدر محترم کے اس خطبہ کو جو انہوں نے یہاں ارشاد فرمایا ہے welcome کریں ، اس کا شکریہ ادا

[Mr. Mahmood Ahmad Minto]

کریں یا اس پر کوئی تنقید کریں ۔ بہر طور یہاں آنے کا مقصد تو یہی ہے کہ اپنی رائے بلا کم و کاست دی جائے اور جو اپنے دل کی بات ہے وہ یہاں کہہ دی جائے ۔ اور میں آپ کو بھی گواہ کرتا ہوں کہ شاید اس بات کا مجرم تو میں ان کی اس شوریٰ میں تھا ، جس کا میں hand pick تھا ، انہوں نے بھی چن کر مجھے وہاں رکھا تھا ۔ مگر وہاں بھی جو دل میں آیا ۔ اور جس کو اپنے ایمان کا تقاضہ سمجھا ، وہ پورا کیا اور آج بھی میں اپنی بات اسی انداز سے شروع کروں گا ۔ کہ اسلام کا ذکر کیا جاتا ہے ۔ مگر اسلام کی بنیادی چیز جو ہے وہ جمہوریت ہے اور اگر کوئی شخص اس سے انحراف کرتا ہے ۔ جیسا کہ کیا گیا ہے تو اس کے ہم ممنون نہیں ہو سکتے ہیں ۔ ہم اپنے دکھڑے تو سنا سکتے ہیں ۔ یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ ہماری تباہی کا باعث کیا چیزیں ہوئی ہیں لیکن ہم اس کے ممنون مشکور نہیں ہو سکتے اور مجھے افسوس ہے کہ میں اس میں شامل نہیں ہو سکتا ۔ آج یہ کہا گیا ہے کہ سات آٹھ برس جو مارشل لاء کے گزرے ہیں ان کو بھول جاؤ ۔ ہمارے دوست محترم سینیٹر جنرل فضل حق صاحب تقریر فرما گئے ہیں مجھے خوشی ہے کہ انہوں نے حق وفاداری ادا کیا ہے ۔ ان کی تعریف جناب صدر محترم نے ان کے الیکشن کے دوران کی ، اور انہوں نے آج تقریر دلپذیر کر کے ں کا بدلہ چکا دیا ۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ وہ باتیں جو خود انہوں نے کہی ہیں اور خود ہی ان کو توڑ بھی کیا ہے ۔ انہوں نے کہا کہ فوج اور سول میں کوئی تفریق نہ پیدا کی جائے اور ان کو بُرا نہ سمجھو ۔ کون ہے ایسا ایک پاکستانی جو فوج کو بُرا سمجھتا ہے ۔ فوج میں ہمارے

بھائی اور بیٹے ہیں اور ہم اپنے بیٹوں کو فوج میں داخل کرتے ہیں اور میں یقین سے کہتا ہوں کہ فوج والوں سے بھی اگر ریفرنڈم کرایا جائے کہ آپ جمہوریت چاہتے ہیں یا فوجی آمریت ؛ تو وہ بھی کہیں گے کہ ہم جمہوریت چاہتے ہیں۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ سوائے ان لوگوں کے جن کو فوج میں اقتدار اور مراعات دی گئی ہیں اور جن کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ یہ لوگ نہ ہوتے تو شاید پاکستان ہی تباہ ہو جاتا ۔ اگر ایسے چار پانچ لوگ مزید مل جائیں۔ تو پاکستان کا بول بالا ہو جائے سوائے ان لوگوں کے جن کا مفاد اس میں ہے کہ فوج کی حکومت رہے ، آمریت رہے ۔ ان کے علاوہ انشاءاللہ تعالٰے باقیوں کا ایمان پختہ ہے۔ وہ مسلمان ہیں اور اسلام پر یقین رکھتے ہیں وہ ہمارے بھائی ، اور اس ملک کے ہمدرد ہیں، بہی خواہ ہیں ۔ اگر ریفرنڈم بھی کرایا جائے تو یقیناً overwhelmingly وہ یہ کہیں گے کہ جمہوریت کے سوا اور کوئی نظام نہیں ہونا چاہیے ۔

میں محترم چیئرمین : صاحب کمال ادب سے عرض کرتا ہوں کہ میرے لیڈر نے Vote of Thanks پیش کیا اور شاید مجھے بھی جماعت کے طور پر اس کے حق میں ووٹ دینا پڑے لیکن جو باتیں جس طریقے سے صدرِ مملکت کے خطاب پر کہی گئی ہیں ۔ وہ کچھ بہت پسندیدہ نہیں ۔ پہلے تو انہوں نے اپنے خطاب کے جواز میں یہ بات کہی ہے ۔ کون deny کرتا ہے کہ جو وہ کہیں ، جو اپنا مافی الضمیر بیان کریں ، جو ہدایات اور مشورے ہم کو دینا چاہیں ، دیں ، کون ان پر پابندی لگاتا ہے ۔ اسکے

[Mr. Mahmood Ahmad Minto]

بعد انہوں نے کوئی دس فقرے کہے اور قائداعظم کے متعلق بھی کہا ہے
مسٹر چیئرمین! سر، ہم ان لوگوں میں سے ہیں کہ شاید اپنی بے عزتی تو برداشت
کرلیں شاید سخت وترش بات تو سن لیں۔ لیکن اگر کوئی شخص قائداعظم
کے ساتھ اپنے آپ کو اس ملک میں ملانا چاہتا ہے یا ملانے کی کوشش
کرتا ہے تو ہم اس کو Condemn کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ اس ملک میں واحد
آدمی تھے۔ جن پر دس کروڑ آدمیوں کا پورا یقین تھا اور جنہوں نے اپنی
جان دی۔ دیمک کی طرح اُن lungs کو Tuberculosis کھا رہا تھا
آہستہ آہستہ چاٹ رہا تھا۔ لحظہ بہ لحظہ، لمحہ بہ لمحہ ان کی جان نکل رہی
تھی۔ لیکن انہوں نے کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیا اور اپنی جان کی قربانی
دی۔ یہ وہ قربانی تھی جو امام حسین نے دی تھی۔ یہ وہ قربانی تھی، جس کی
مثال اسلام میں موجود ہے اور ماؤنٹ بیٹن نے کہا تھا کہ اگر ہمیں یہ پتہ
چل جاتا کہ قائداعظم ایک سال میں مر رہے ہیں۔ تو ہم آزادی دینے کو
ایک سال کے لئے delay کر دیتے کجا ان کے ساتھ اپنے
آپ کو ملا دیا جائے۔ اور پھر ہمارے جنرل صاحب وہ
circumstances بھول گئے۔ بات یہ ہے کہ جس وقت قائداعظم صاحب
گورنر جنرل بنے تو اس وقت ۱۹۳۵ء کا ایکٹ نافذ تھا۔ آپ مجھ سے
بہتر جانتے ہیں کہ اس ۱۹۳۵ء کے ایکٹ کے تحت وہ گورنر جنرل بنے۔ اس
وقت انہوں نے تقریر جو کسی قانون ساز اسمبلی یا کسی اور سے مشورہ کر
کے نہیں کرنا تھی۔ مگر آج کے معروضی حالات مختلف ہیں۔ آج جیسے جنرل
صاحب فضل حق نے فرمایا کہ جونیجو جنرل صاحب کی Creation
ہے Creation تو وہ اللہ کی ہے لیکن بہرحال اگر ان کی نامزدگی

کرکے انہوں نے کوئی احسان کیا تھا تو پھر وہ کہیں کہ مہربانی سے، غلطی سے یا غلط فیصلے کے طور پر Favouritism کے طور پر کیا۔ پھر انہوں نے بڑا غلط کیا تھا۔ لیکن اگر قوم، مملکت اور ملک کے مفاد میں یہ بات کی تھی تو پھر یہ کہنا کہ creation ہے ذرا شائد سخت لفظ ہے۔ مزید یہ کہ یہ فقرے ذرا تحقیق طلب ہیں کہ یہ MNA, MPA, سینیٹرز جو ہیں یہ نالیاں درست کروانے، زمینوں کے کام اور سکول کھولنے کے لئے، ہسپتال اور ڈاکخانے کھولنے کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ حضور! میں نے کل ٹیلی ویژن پر ایک مکالمہ سنا جو دو آدمی آپس میں زکواۃ کے نظام پر بول رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ان پانچ چیزوں کے بعد سب سے پہلے حقوق العباد ہے۔ عیسائیوں کی طرح ہم میں یہ نہیں ہے کہ

Give unto Caesar what is Caesar's and give unto God what is God's.

یہ نہیں ہے اس طریقے سے ہم نے اس کو دو حصوں میں تقسیم بالکل نہیں کیا۔ جو چیز لوگوں کے لئے ہم کرتے ہیں وہ اوّلین ہوتی ہے اور خدا کو سب سے زیادہ پسند ہوتی ہے۔ خدا ہماری دعاؤں، نمازوں اور روزوں کا محتاج نہیں ہے۔ اصل مقصد یہ ہے کہ جن پر اللہ کے نام پر حاکمیت کر رہے ہو ان کی بہبود کا پورا خیال رکھو۔ اگر یہ ہمارے ممبران قومی و صوبائی اسمبلی اور دوسرے حضرات جا کر ہسپتال اور سکول کھولتے ہیں تو یہ کوئی طعنے کی باتیں ہیں؟ نماز کا جاری کرنا اور لوگوں کو اس کے

[Mr. Mahmood Ahmad Minto]

لئے ترغیب دینا، لیکن یہ کہنا کہ ہم نے تو نماز کا ایکٹ جاری کیا تھا۔ لیکن انہوں نے تو صرف ہسپتال اور سڑکیں بنانی شروع کر رکھی ہیں یہ کوئی مناسب اور صحیح بات نہیں ہے۔ آپ زبان سے بیشک ہم آہنگی، ہم خیالی جونیجو صاحب سے کہتے رہیں مگر ایسی باتیں کر کے You are bringing the cat out of the bag آپ خود کہہ رہے ہیں کہ ہم آہنگی نہیں ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ ہو۔

ہم آج بھی کہتے ہیں کہ اس ملک میں جمہوریت کا نعم البدل اور کوئی نظام نہیں ہے۔ اور جو نظام اس وقت قائم ہے ہم پوری کوشش کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے کہ پورے طور پر جمہوریت اس ملک میں آئے اور ہمیشہ کے لئے ہر قسم کی آمریت کا نام ونشان مٹا دیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس ملک کے نظام پر ایک تلوار لٹکا کر یہ شکوہ کیا جانا عبث ہے کہ تمام مطلوبہ باتیں پوری طرح مسلم لیگ کی یہ حکومت نہیں کر سکتی ہے۔ حضور آپ کے ممدوح تلوار لئے سر پر کھڑے ہیں اور ایسے لوگ اس ملک میں ہیں۔ بدقسمتی سے جو یہ خواہش رکھتے ہیں کہ کسی طریقے سے ایک اور ہنگامہ ہو اور یہاں پھر سے مارشل لاء لگا یا جائے پھر ملک دس پندرہ سال پیچھے چلا جائے۔ ہم کیسے بھول جائیں، سات سال بلا شرکت غیرے مارشل لاء کے تحت حکومت کی جاتی ہے۔ فوج کی مدد سے حکومت کی جاتی ہے اور پھر اس کے نتائج کو پس پشت ڈالنے کی تلقین کی جاتی ہے۔ جب کہ دو سال قبل جو ملا وہ یہی آپ کی چھوڑی

ہوئی وراثت ہے۔ اس کا حل ہم آہستہ آہستہ ہی کریں گے۔

Democracy is a method of trial and error.

اگر اس ملک میں لگاتار الیکشنز ہوتے رہتے تو trial and error کے عمل سے اس وقت ہم ایک پختہ جمہوریت حاصل کر لیتے اور کسی شخص کو یہ جرأت نہ ہوتی کہ وہ آمریت کے متعلق سوچے اور کسی کو یہ جرأت نہ ہوتی کہ وہ دشگاف الفاظ میں کسی امر کی تائید کرے لیکن یہ ہماری بدقسمتی ہے۔ یہ خدا کی مار ہے۔ ہم پر کہ ایسا ہو گیا ہے آج ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہی باتیں پھر دہرائی جا رہی ہیں۔ سات برس، ۲۵ برس سے [illegible] آمریت ہے۔ فوجی آمریت ہے۔ ایک آیا۔ دوسرا آیا۔ تیسرا آیا۔ پھر ایک آیا، وہ سول مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بن گیا۔ بہر حال مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر آیا تو یہ باتیں ہمارے لئے پیدا ہوئی ہیں آج ہمیں کوئی صاحب مشورہ دیں کہ ان کو کیسے دور کیا جائے۔ اگر صدر محترم کوئی ہمیں طریقہ بتا دیں کہ یہ جو remnants of Martial Law ہیں۔ یہ جو remnants of آمریت ہیں۔ یہ جو remnants of super imposed powers ہیں ان کو ہمیں کس جمہوری طریقے سے دور کرنا چاہئے یا کیا طریقے اختیار کئے جائیں۔ ہم ان کے ممنون ہوں گے۔ ہم ان کی تمام خطائیں بھول جائیں گے ہم ان کی تمام زیادتیاں جو انہوں نے ہم پر کی ہیں وہ بھی بھولنے کے لئے تیار رہیں۔ ہم ان کے گن گانے کے لئے تیار رہیں۔ ہم ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ اگر ہم کو یہ سب طریقے بتائے جائیں

[Mr. Mahmood Ahmad Minto]

اور اپنی زندگی ، اپنے عہد کے آخری لمحات میں وہ اس ملک میں جمہوریت کو مستحکم اور پکا کرنے کا کوئی طریقہ ہم کو بتائیں اور کریں - اس میں ہماری معاونت کریں -

حضور ! رہی یہ بات کہ میں ضیا الحق نہیں - میں صدر مملکت ہوں ہم کبھی نہیں بھولیں گے آپ صدر مملکت ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ بڑا بیوقوف بڑا جاہل آدمی ہوگا - جو یہ کہے گا نہیں ، جو بات ہم نے صدر کے خلاف کہنا ہے - وہ ضیاء الحق کے خلاف کہہ دیں - نہیں ؛ ہم ضیا الحق کے خلاف نہیں کہتے - ہم کہہ رہے ہیں - صدر مملکت کے خلاف ، اور اگر تعریف کر رہے ہیں - تو صدر مملکت کی کر رہے ہیں - کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ آپ نے آٹھ نو برس بلا شرکت غیرے حکومت کی ہے اور آپ جو کچھ کر سکتے تھے وہ آپ نے ہمارے سامنے کر دیا ہے اور جو آپ نہیں کر سکے اس کا الزام آپ اس اڑھائی برس کی جمہوریت اس نوزائیدہ جمہوریت پر لگانا چاہتے ہیں - ہم اس کے لئے بھی کوئی جواب دینا چاہتے ہیں - جہاں تک ان کے مشوروں کا تعلق ہے - ظاہر ہے کہ میرے فاضل دوستوں نے بڑے اچھے طریقے سے اور وضاحت سے ان سب کا ذکر کیا ہے -

جہاں تک قانون سازی کا تعلق ہے تو اس کے متعلق بھی میرے دوست نے کہا کہ کیسی عدالتیں ہونی چاہئیں - جس وقت ہم مجلس شوریٰ میں تھے تو ہمیں یہ کہا گیا تھا کہ جناب ایسی عدالتیں بنا دی جائیں - جس میں اسلامی درس گاہوں کے طالب علم صرف وہاں پر شریعت ، فقہ کا کچھ پڑھ کر آجائیں اور وہ قانون سازی کریں ہم نے کہا صاحب ! بات یہ ہے

کہ یہ جو قانون بنے ہوئے ہیں یہ کتنے غیر اسلامی ہیں ۔ آج صدر مملکت نے بتایا ہے کہ خدا کے فضل و کرم سے تمام کے تمام قانون یا اکثر و بیشتر قانون اسلام کے مطابق ڈھالے جا چکے ہیں ۔ آج تو ہمارا جو طریقہ ہے ۔معروضی انداز میں وہ یہی ہے ۔وہ یہ نہیں کہ چھوٹی سوسائٹی میں ایک قاضی کو مقرر کر دیا کہ جاؤ اپنی حسب منشاء قانون بناؤ ۔ اگر codified نہیں تو اسے codified بنائیں ۔ آج ہمارا تخیل اس کے متعلق یہ ہے کہ پہلے آپ اپنی مشاورت سے اپنے نمائندوں سے ایک قانون بنواتے ہیں۔ اس قانون کو نافذ کرنا literally یہ آپ کی عدلیہ کا کام ہے ۔اگر آپ کی عدلیہ ان قوانین کو پڑھتی ہی نہیں ۔ پڑھنے کے اہل ہی نہیں، جانتی نہیں، سمجھ ہی نہیں سکتی تو وہ کس قسم کے قاضی بنیں گے ۔ وہ کس سلسلے میں وہاں وکیل بن کر جائیں گے ۔ لوگوں کے کیس پیش کرنے کے لئے ۔اس واسطے اس میں بھی بہت سی ترمیم کی ضرورت ہے اور اس کو ٹھنڈے دل سے سوچیں ۔صرف نام لینا کافی نہیں ہوگا جی! کون ہے جو شریعت کے خلاف ہے کیونکہ آپ شریعت کے حق میں ہیں ۔ اس واسطے کہ میں صدر ہوں ۔ یہ بھی نہیں آپ اس پر ٹھنڈے دل سے غور کریں اور یہ غور کرنے کی چیز ہے اور یہ بڑی اچھی تجویز ہے ۔ اس کے متعلق کوئی کام کیا جائے ۔

جہاں تک فوج کا تعلق ہے ۔ یہ میرے دل کو بہت دکھانے والی چیز ہے ۔ ہم خدا کے فضل و کرم سے اپنی فوج پر ناز کرتے ہیں ۔ ہر موقع پر ہم نے ان کی قدر افزائی کی ہے ۔مگر یہ بات اپنی جگہ قائم ہے ۔ اے کاش

[Mr. Mahmood Ahmad Minto]

کہ میرے دوست جنرل فضل حق صاحب یہاں بیٹھے ہوتے۔ اس قوم نے اپنے وسائل سے زیادہ اپنی توفیق سے زیادہ اپنے فوجی بھائیوں پر خرچ کیا، کرنا چاہئے تھا۔ کسی شہر میں جہاں کنٹونمنٹ ہے وہاں آپ دیکھیں گے کہ کنٹونمنٹ کا جو ماحول ہے اور وہاں جو سہولتیں دی گئی ہیں۔ ان کو شہر سے کسی قسم کی کوئی نسبت ہی نہیں۔ کیوں؛ ہم چاہتے ہیں کہ ان لوگوں کو ٹھیک ٹھاک رکھا جائے۔ مگر اے کاش وہ ان لوگوں کے لئے ہوتیں جو اپنی فوج میں آگے جا کر اپنا سر کٹاتے ہیں، جو ہمارے ranks in fight ہیں۔ جو اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر اسلام کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ ہماری ماؤں بہنوں کی عزت کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں ملک و قوم پر اپنی جانیں دیتے ہیں۔ ان سے زیادہ پیارا ہم کو کون ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ صرف ان چند برسر اقتدار افسروں کے لئے سہولتیں ہیں۔ جو پاکستان کی قدر نہیں کرتے۔ اگر پاکستان نہ بنتا تو شاید یہ سب لیفٹیننٹ ہی ریٹائر ہو جاتے نہ کوئی فیلڈ مارشل بنتا اور نہ کوئی جنرل بنتا۔ جس ملک کی بدولت یہ لوگ ان عہدوں پر پہنچتے ہیں۔ جس کی بدولت یہ تمام آسائش ان کو ملی ہیں اور جس فراخدلی سے حوصلے سے پاکستان کے لوگ سویلین بھی اور دوسرے بھی اس چیز کو برداشت کرتے ہیں اور ان کو دیتے ہیں اس کی قدر ان برسر اقتدار لوگوں کو بھی کرنی چاہئے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ کہتے ہیں جی ہم تو فلاں کے ووٹ سے آ گئے فلاں کے ووٹ سے نہیں آئے۔ حضور، گزارش یہ ہے کہ ہم آج چیلنج کرتے ہیں کہ میں تین دفعہ کہہ چکا ہوں۔ چوتھی دفعہ

I am guilty of repetition but I say again.

آئیے جو شخص دعویٰ رکھتا ہے کہ فوج کی مرضی سے مارشل لاء لگتا ہے۔ وہ غلط کہتا ہے۔ انہوں نے خود کہہ دیا ہے۔ فوج مارشل لاء نہیں لگاتی فوج کا کوئی تعلق نہیں ہوتا ہم بھی تو یہی کہتے ہیں۔ ہم بھی تو یہی رو تے ہیں کہ مارشل لاء لگانے سے فوج کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ فوج کو تو یہ ٹریننگ دی گئی ہے یہ ڈسپلن دیا گیا ہے کہ جو افسر نے کہہ دیا ۔ اس نے مان لیا۔ کارپورل نے کہہ دیا۔ سپاہی نے مان لیا۔ جنرل نے کہہ دیا سب لوگوں نے مان لیا۔ اس قسم کی بات ہے۔ تو ان کا کوئی قصور نہیں ہے۔ یہ خود جو جاہ و حشم کے متمنی ہیں۔ ان کو ان کی ہوس نہیں چھوڑتی یہ لوگ جبراً ملک پر قبضہ کرتے ہیں۔ جبراً اپنے آپ کو install کرتے ہیں۔ اور پھر فوج کو اس کی ٹریننگ کی وجہ سے، اس اعتبار سے اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ اور ان کی مدد سے حکومت کرتے ہیں۔ ہم یہ بات مانتے ہیں انہوں نے بالکل صحیح کہا ہے۔ کون ہوگا جو اپنے بیٹوں کے خلاف اپنے بھائیوں کے خلاف کوئی بات کرے گا۔ ہمیں تو ان سے بہت محبت ہے۔

رشوت ستانی :۔ اب رشوت ستانی کے متعلق صدر صاحب کا مجھے ایک فقرہ یاد ہے۔ ہمارے صدر محترم نے کہا تھا۔ جبکہ چھ سال وہ بلا شرکت غیر سے حکومت کر چکے تھے۔ اس وقت انہوں نے یہاں پنڈی میں ایک تقریر کی تھی جو میں نے اپنے کانوں سے سنی تھی۔ اس لئے میں وہ بیان کر رہا ہوں۔ اب تو یہ حال ہے کہ جو کام پہلے پچاس روپے کی رشوت سے ہوتا تھا۔ اب پانچ سو روپے کی رشوت سے ہوتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ؕ اب مجھے یہ بتائیے کہ چھ برس بلا شرکت غیرے

[Mr. Mahmood Ahmad Minto]

آپ اس ملک میں حکومت کرتے ہیں ۔ فوج آپ کے ساتھ ہے ، ڈنڈہ آپکے ہاتھ میں ہے اور چھ سال میں آپ کی کارکردگی یہ ہے کہ جو کام پہلے پچاس روپے میں ہوتا تھا وہ اب پانچ سو روپے میں ہوتا ہے اور آج آپ کھڑے ہو کر کہہ دیتے ہیں کہ آئندہ تو بھی شاید پانچ ہزار روپیہ میں ہو گا۔ یہ تو آپ ثابت کریں کہ خواہ وہ پانچ ہزار میں ہوتا ہے یا تین ہزار میں ہو گا ۔ اس میں آپ کا کتنا ہاتھ ہے ۔ آپ یہ کیسے کہتے ہیں کہ ان سات آٹھ سال کو چھوڑ دیئے پس پشت ڈال دیجئے ۔ ارے میاں! یہ آپ کی قائم کردہ چیز ہے ۔ یہ آپ کے ہاتھوں نشوونما ہوئی چیز ہے ۔ اس ملک میں آپ اس چیز کو لائے ہیں اور اس کی سرپرستی آپ نے کی ہے تو اب اس کو چھوڑ کیسے دیں ۔ اس کو چھوڑیئے نہیں compare کیجئے ہم یہ کب کہتے ہیں کہ آج کل کا جو نظام ہے ۔ جس میں رشوت ہے اس کی ہم حمائیت کریں گے ۔ ہم تو اس کو condemn کرتے ہیں ۔ جو رشوت کھاتا ہے ۔ وہ بڑے سے بڑا آدمی ہو یا چھوٹے سے چھوٹا آدمی ہو ۔ جس آدمی نے بھی پاکستان کے فنڈ سے حرامزدگی کی ہے بدمعاشی کی ہے ، اس میں سے حرام کھایا ہے یا اس نے یا اس نے اپنے لئے حرام کو جائز سمجھا ہے ، وہ واجب القتل ہے اس کو مار دیجئے

اس کو ختم کر دیجئے اس کو زیادہ سے زیادہ سزا دیجئے لیکن یہ نہ کہئے کہ جو چھ سات سال گزر گئے ہیں ان کو تو چھوڑ دیجئے اور ہم نے اب جو آپ کو ایک چھوٹی سی نام نہاد جمہوریت دی ہے ۔ اس پر ہم تنقید اور اعتراض کریں گے ۔ اس کا تو مقابلہ کریں گے ۔ لیکن مہربانی کر کے ان سات ، آٹھ

سال کو بھول جایئے۔ ہم اسے بھول نہیں سکتے۔ یہ ہمارے دل پر نقش ہیں یہ پتھر پر لکیر کی طرح ہیں اور ان کا جب تک حل نہیں ہوتا یہ لکیریں رہیں گی۔ ہمارے نفرت کے جذبے بھڑکتے رہیں گے اور میں سمجھتا ہوں کہ لوگوں کی نفرت کے یہ جذبے ان لوگوں کے خلاف ہیں جو ان کے جائز حقوق غضب کرتے ہیں۔ جو ان کو غلام بناتے ہیں جو ان میں رشوت اور اس قسم کی لعنتیں پیدا کرتے رہے اور خاموشی سے دیکھتے رہے اور پھر بالاستحسان دیکھتے رہے ان کے خلاف اللہ کرے کہ وہ نفرت کے جذبے بڑھتے ہی رہیں، میں ایک اور بات کہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: جناب ذرا سمیٹنے کی کوشش کریں۔

جناب محمود احمد منٹو: جناب والا! صرف ایک منٹ میں آخری بات میں کہہ کر ختم کرتا ہوں اور وہ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر ملک کے سربراہ ایسے آدمیوں کے متعلق جو اپنی زبان سے یہ کہتے ہیں کہ ہم نے نہ کبھی پاکستان کو مانا ہے نہ اب مانتے ہیں اور نہ مانیں گے بلکہ وہ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم نے تو اندرا گاندھی کو خط بھی لکھا تھا کہ تم اُدھر سے حملہ کرو، ہم اِدھر سے تمہاری مدد کریں گے۔ ان کو کہتے ہیں یہ "محب وطن" اور اس نے خوب اچھا جواب دیا، جی ایم سید نے بہت عمدہ جواب دیا اسے کسی نے کہہ دیا کہ صدر صاحب نے کہہ دیا ہے کہ آپ محب وطن ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہاں میری طرف سے وہ بھی محب وطن ہیں، اب یہ ان کے لئے ہے کہ سوچیں، لمحہ فکر یہ ہے اور

[Mr. Mahmood Ahmad Minto]

چونکہ وقت ختم ہو گیا ہے اس لئے میں یہی کہہ کر اپنی تقریر ختم کرتا ہوں ۔

جناب چیئرمین :۔ بہت بہت شکریہ ! دو حضرات اور بھی ہیں۔ لیکن میں ان سے درخواست کروں گا کہ چونکہ وزیر انصاف صاحب نے بھی تقریباً آدھا گھنٹہ لینا ہو گا ۔

To wind up the whole thing

اگر وہ اپنی تقریر پر مصر نہیں ہیں ، ایک جہانگیر شاہ جوگیزئی صاحب ہیں اور دوسرے حسین بخش بنگلزئی صاحب ہیں تو پھر وزیر انصاف صاحب سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ wind up کریں یا اگر آپ ۵ ، ۵ منٹ لیتے ہیں، میں مانتا ہوں کہ یہ آپ کی حق تلفی ہے ۔ لیکن وقت چونکہ ختم ہو رہا ہے ۔ ۔ ۔ ۔

نواب زادہ جہانگیر شاہ :۔ میری حق تلفی نہیں جو کچھ مجھے معلومات ہیں، چونکہ میں نے ان کی نشاندہی کرنی ہے اس لئے ان چیزوں کی حق تلفی ہو گئی کیونکہ میرے پاس بہت معلومات ہیں ۔

جناب چیئرمین :۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ، لیکن پھر نماز کے لئے اٹھنا پڑے گا

نوابزادہ جہانگیر شاہ :۔ میں کوشش کروں گا کہ بہت جلدی ختم کر دوں ۔

جناب چیئرمین :۔ جی ارشاد فرمائیں ۔

نواب زادہ جہانگیر شاہ :۔ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، جناب چیئرمین شکریہ ! اگر میری تقریر کرنے کی باری اس وقت آئی ہے ، جب کہ سامعین بھی موجود نہیں ہیں اور وقت بھی کم ہے ، ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ ہم صرف ان نکات تک اپنے آپ کو محدود رکھتے جو قابل اعتراض تھے یا قابل ستائش تھے ، مسلم لیگی ہونے کی حیثیت سے ہم نے اسی ریزولیوشن کو

ووٹ دینا ہے جس کو ہماری پارٹی نے سپورٹ کیا ہے، باقی باتوں سے صرف نظر کرتے ہوئے میں تو پہلے دن ہی ان چند حروف میں الجھ گیا تھا کہ پاکستان میں موجود جمہوریت اپنی زندگی کی تین بہاریں مکمل کر چکی ہے، پہلے موسم بہار میں اس کی شجر کاری کی گئی، دوسرے موسم بہار میں اسکی کونپلیں نکلیں، تیسری بہار میں برگ و بار آئے اور ماشاء اللہ اب چوتھی بہار میں داخل ہے، اس جملے نے مجھے رلا دیا کہ چالیس سال کے بعد آج پھر ہم چوتھے سال میں آگئے یہ پاکستان کا نشیمن جو تنکہ تنکہ جمع کر کے بنایا گیا تھا اس پر بجلی کہاں سے گرتی رہی۔ جس نے ہمیں آج ایک کھواڑا بنا کر رکھ دیا اور کہتے ہیں کہ آج تمہارا چوتھا سال ہے، جب کہ ہم چالیس بہاریں دیکھ چکے ہیں آپ بھی اس سروس سے تعلق رکھتے ہیں میں بھی اس سروس سے تعلق رکھتا ہوں میں بھی اس پوسٹ پر فائز تھا۔ جو انگریزوں کے زمانے میں اس سے زیادہ ایک دیسی آدمی کے لئے نہیں ہوتی تھی، میں ای اے سی تھا، چمن میں اور مجھے ہر چیز کا پتہ تھا کہ انگریز کیا سوچتا ہے، کیا دیتا ہے۔ کیا لینا چاہتا ہے۔ مجھے اس ساری چیز کا پتہ تھا۔ میں چاہتا تھا کہ وہ ساری چیز آج آپ کے سامنے کھول دوں، میں انگریزوں کی شرارت اور ان کے آج تک اس جگہ جو افراد ہیں ان کا پول کھولنا چاہتا تھا۔ مگر اس وقت یہ موقع نہیں ہے۔ مجھے کہنا پڑے گا کہ کہاں سلہٹ، کہاں مشرقی پاکستان کہاں برٹش بلوچستان کا شاہی جرگہ، قبائلی جرگہ، کہاں قبائل کا فیصلہ، کہاں پنجاب کی تقسیم، کہاں سندھ، کہاں فرنٹیئر کہ جہاں پر کانگریس کی حکومت تھی۔ لیکن لوگوں نے ووٹ پاکستان کو دیئے، یہ ساری باتیں جمع ہو کر ایک خاص ذہن کا تقاضا کرتی ہیں ایک خاص پختگی کا تقاضا کرتی ہیں،

[Nawabzada Jahangir Shah]

لوگوں میں شعور تھا، لوگوں میں ہمت تھی، لوگوں میں انسانیت تھی، لوگوں میں ایمانداری تھی مجھے اس وقت بھی پتہ تھا، میں اسوقت مجسٹریٹ تھا، ہم نے کشمیر میں آدمی بھیجے ابھی تک میرے پاس گمبھیر خاں جنرل کے خط پڑے ہوئے ہیں، لوگ یہاں سے رضاکارانہ طور پر جاتے تھے، آپ نے ان لوگوں کی رپورٹ دی، وہ گئے، لڑے، اپنے ہاتھ سے لڑے، جتنی زمین لی ہے، انہوں نے لی ہے، اور پھر آپ نے انہی کے پیچھے یہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ یہ میرے لئے کیسے لٹیرے تھے، جتنی زمین لی ہے انہوں نے لی ہے آپ کے قبائلیوں نے لی ہے مجھے بتا دیں کہ وہ کون سے جنرل تھے، مجھے خود ہی پتہ ہے کہ کون سے جنرل تھے، وہ جنرل اکبر تھے، اور وہ سری نگر سے کیوں لوٹ آیا، کس طرح سے لوٹ آیا۔

جناب والا! اس پختگی کو، اس قوم کے ذہن مفلوج کرنا، اس قوم کو رشوت کی طرف مائل کرنا۔ اگر آپ دھیرے دھیرے ایک ایک قدم اٹھائے جائیں، جائزہ لیتے جائیں، تجزیہ کرتے جائیں، تو اس کی ذمہ داری صرف آمریت پر قائم ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس قوم نے اپنا تشخص چھوڑ دیا جو قوم ٹکڑے ہو گئی، آخر بھٹو کس کی پیداوار تھا۔ کیا بھٹو اس جمہوریت کی پیداوار تھا۔ جنرل ایوب جب آیا تو اس کے دور میں دس سال ڈائریکٹر کی دی رہا ہوں grass-roots سے اس نے کام شروع کرایا۔ اس نے اپنے طرز کی ایک حکومت بنائی، وہ کہاں تک چلی، جس وقت بھٹو آیا اس نے

اس کو نیا رنگ دیا گیا، پھر کہتے تھے کہ اب یہ عمارت مضبوط ہو گئی، اب لوگ بنیادی جمہوریت سے ایک پختہ کار بن جائیں گے، وہ بھی ختم ہو گیا، آج ہمیں یہ نوید سنائی جا رہی ہے کہ چار سال ... مجھے ذاتی طور پر جنرل ضیاء الحق کی بہت ساری باتیں بحیثیت صدر کے ایک مسلمان کے کردار کے پسند ہیں میں کوئی اختلاف نہیں کرتا۔ جو کچھ اس کا کردار، افغانستان میں تھا، ایک مسلمان کا تھا۔ لیکن جس نظام میں وہ تھا اس نظام کو اس نے آگے نہیں بڑھایا، اسلام کی بات شروع کی ایک پوائینٹ پر آ کر وہ رک گیا، آگے نہیں بڑھ سکا۔ کیونکہ یہاں پر فہم و فراست کی ضرورت تھی علم کی ضرورت تھی۔ جب تک علم نہ ہو، فراست نہ ہو، انتظامیہ کا تجربہ نہ ہو، دوسروں سے سُن کر اس پر چلنے والا آدمی وہ نظام پاکستان میں نہیں لا سکتا، پھر پاکستان کے ایک جنرل، ایک سپاہی جس نے ساری عمر ایک ڈسپلن میں گزاری ہو، وہ پبلک کو وہ بات نہیں دے سکتا، جسے خود اس کا تجربہ نہ ہو۔ جس نے ایک حجرے میں بیٹھ کر، جس نے گاؤں کے لوگوں میں بیٹھ کر نہ دیکھا ہو یا ان کی ضروریات کو نہ سمجھا ہو، چونکہ ایک ڈسپلنڈ آدمی سے وہ تعلق رکھتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ بس احکام دے دو ... لیکن یہ ہے کہ جب آپ سیاست کی بات کرتے ہیں تو سیاسی جماعت کی سب سے اہم بات یہ ہوتی ہے کہ وہ شعور کو بیدار کرتی ہے، تنظیمیں بناتی ہے۔ جب وہ شعور پیدا ہوتا ہے تو لوگوں کا کردار بنتا ہے۔ لوگوں کی ایمانداری اور تنظیم کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔ جب حکومت ان کے ہاتھ میں آتی ہے تو وہ ایک منظم حکومت ہوتی ہے۔ ایک تربیت کے ساتھ وہ برسرِ اقتدار آتے ہیں لیکن یہ چیز ہر ایک فوجی آدمی نہیں دے سکتا۔

[Nawabzada Jahangir Shah]

بہر صورت جناب والا! ہم نے پھر آٹھواں ترمیمی بل پاس کیا، آپ کو پتہ ہے کہ اسی پارٹی سے ہم تعلق رکھتے ہیں جس نے اس پر اعتراضات کئے، اس بات کو ہم نے منظور کیا کیونکہ کہا گیا کہ یا مارشل لاء رہے گا یا کہ آٹھواں ترمیمی بل پاس کرو اور اگر ہمیں یہ پتہ ہوتا کہ مارشل لاء ریگولیشن نمبر ۱۰۷ جو ۳۱ دسمبر کو انہوں نے بنایا تھا۔ منظور کرنا پڑے گا تو شائد ہم اس بات کو کبھی نہ مانتے، یہ تو بعد میں پتہ لگا، آپ کو پتہ ہے کہ اسی ایوان میں ہم نے کہا کہ بلوچستان میں سخت ظلم ہوا۔ فوج نے بہت ظلم کیا، دوسری جگہوں میں تو صرف فوج آئی تاکہ امن وامان قائم کرے لیکن بلوچستان میں فوج نے وہ کردار ادا کیا میں کیا بات کروں کہ سرکاری زمین نہ ہونے کے باوجود انہوں نے زمین کو سرکاری بنا دیا۔ اب اس کو عدالت میں کوئی چیلنج نہیں کر سکتا، لیکن اب تک اس کا کوئی مداوا نہیں ہوا ہے۔ عدالت میں کوئی بات ہی نہیں ہو سکتی سرکاری زمین نہ ہونے کے باوجود بھی اس زمین کو ۱۶ اور ۱۷ ایم ایل آر کے تحت انہوں نے لے لیا، اب عزت کسی کے خلوص سے ہو سکتی ہے یا کسی کے انصاف سے ہو سکتی ہے یا کسی کی قربانی سے ہو سکتی ہے ہمارے لئے تو فوجیوں نے بلوچستان میں جو کردار ادا کیا اس کی بنا پر ہمارے دل میں کوئی کسی قسم کی عزت نہیں ہے بلکہ نفرت ہے یہاں تک کہ اس ایوان میں بھی بار بار یہ بات دہرائی گئی ہے مگر یہی خوف ابھی تک لوگوں کے ذہنوں میں ہے کہ ایسا نہ ہو کہ اس کو یوں کریں۔ تو پھر مارشل لاء آجائے اور جواب طلبی ہو یہی جام صاحب نے کہا ہے۔ اس لئے وہ نہیں کر سکتے اور اس وقت بھی سر پر تلوار لٹکائی ہوئی ہے کبھی آپ نے سنا ہے، دیکھا ہے کہ دو عہدوں پر کوئی انسان رہے۔ نہیں ہوا

ہمیں طعنے نہ دو کشمیر کی جنگ میں کون گئے تھے۔ مشرقی پاکستان کس کی وجہ سے چلا گیا اور اس وقت اگر سندھ میں بغاوت ہو رہی ہے تو کیوں ہو رہی ہے یہ وہ سندھ تھا جس نے بمبئی سے اپنے آپ کو علیحدہ کیا ہندو سے علیحدہ ہو گیا۔ آج اگر وہ ہندو سے خوش ہے تو آپ اپنے اندر دیکھیں آپ اپنے نقص کا جائزہ لیں کہ آج وہ سندھی آپ سے کیوں نفرت کر رہے ہیں۔ بلوچستان ان کو بنانے والے ہم تھے۔ پشتون علاقہ ہمارا تھا۔ کیونکہ تین ریاستیں تھیں۔ قلات، لسبیلہ اور خاران ۵ اضلاع تھے جس میں پشتونوں کی اکثریت تھی آپ نے ان کے ساتھ کیا کیا، جنھوں نے پاکستان کے لئے قربانی دی۔ ۲۰۰ میل ہمارا علاقہ ہے آج تک یہ بتا دیں کہ ادھر بھی کوئی بم بلاسٹ ہوا ہے۔ یہ کریڈٹ ہم کو جاتا ہے۔ یا آپ کو جاتا ہے۔

جناب عالی! آپنے انصاف نہیں کیا آپ نے ہمارے ساتھ ظلم کیا ہے پھر ہمیں کہتے ہیں کہ ہمیں سلام بھی کرو۔ ہماری تعریف کرو تو ہمارے منہ سے تعریف نہیں ہو گی آپ نے ہمارا حق غصب کیا ہم وہ حق لیں گے۔ اگر انگریز کا وقت ہوتا تو آپ کو نہ چھوڑتے لیکن اس وقت آزاد ہیں خود اپنے ہاتھ سے آزادی لی ہے تو ہم اس ایوان کو واسطہ بناتے ہیں ہم اس قانون کو واسطہ بناتے ہیں ہم آپ کے گوش گزار کریں گے کہ انصاف اور بے انصافی میں خود تمیز کیجئے۔ جناب عالی آپ بار بار دیکھ رہے ہیں۔ صدر صاحب کی باقی باتوں پر میں نہیں جاتا جو کچھ کہا گیا ہے۔ جس وقت کہیں گے ووٹ دو میں مسلم لیگ کے ساتھ ہوں ووٹ دونگا اس لئے دونگا کہ پارٹی کا ڈسپلن ہم نہیں رکھیں

[Nawabzada Jahangir Shah]

گے تو کون رکھے گا اور جو اعتراضات ہیں جو ہو چکے ہیں بس ہو چکے ہیں ان کو دہرانا میں نہیں چاہتا۔

جناب چیئرمین :۔ بہت بہت شکریہ! جناب بنگلزئی صاحب ہیں یا نہیں ہیں۔ میرے خیال میں چلے گئے ہیں۔

پروفیسر خورشید صاحب : جناب چیئرمین آپ پروسیجر کیا اختیار کریں گے کہ وزیر عدل کی تقریر کے بعد میری امنڈمنٹ کو لیا جائے گا۔

جناب چیئرمین :۔ آپ کی امنڈمنٹ کو لیا جائے گا۔

پروفیسر خورشید احمد : مجھے امنڈمنٹ کے سلسلے میں اٹھائے گئے سوالات کا جواب دینے کا حق ہے۔

جناب چیئرمین :۔ میرے خیال میں اس میں تو کوئی ایسی بات نہیں ہے

پروفیسر خورشید احمد :۔ جو سوالات اٹھائے گئے ہیں ان کا جواب دینا میرا پارلیمانی حق ہے۔

Mr. Wasim Sajjad : Sir, last year the amendments were put to vote and thereafter main resolution was put to vote.

اس میں جواب وغیرہ کا کوئی Provision نہیں رکھا گیا تھا یہ بل کی امنڈمنٹ نہیں ہے کہ باقاعدہ ایک اعتراض اٹھتا ہے اور اس پر جواب دیا جائے۔

Mr. Chairman : In fact on the President Address there is no debate as such. The Members are requested to express their point of view but that finishes the whole thing.

پروفیسر خورشید احمد :۔ جناب چیئرمین ! یہ بات درست نہیں ہے
اگر کوئی نئی روایت قائم کریں تو بات دوسری ہے لیکن دنیا کی دوسری
parliaments میں امنڈمنٹ کے اوپر ووٹنگ بھی ہوئی ہے۔ امنڈ
منٹ منظور ہوئی ہے

جناب چیئرمین :۔ ووٹنگ ضرور ہوئی ہے ۔

پروفیسر خورشید احمد :۔ ووٹ ۔ آف تھینکس کے اوپر امنڈمنٹ کے
ذریعے گورنمنٹ [illegible] ہوئی ہے ۔

جناب چیئرمین :۔ ووٹنگ ضرور ہوتی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے ۔

پروفیسر خورشید احمد :۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جو امنڈمنٹ پیش کرے گا اور
ڈسکشن میں بہت سے لوگوں نے ان سوالات کو اٹھایا ہے اور میرا حق ہے کہ
میں اس کے بارے میں جواب دوں اور اس کے بعد ووٹنگ ہو۔ ماننا یا نہ
ماننا اور بات ہے ۔ لیکن یہ میرا دستوری حق ہے ۔

جناب چیئرمین :۔ جو procedure ہم ابھی تک فالو کر رہے ہیں ۔

Last time also I think, this was the procedure that we had followed and I would quote from Kaul and that was the practice since we had introduced this for the first time last year that we were following. Kaul says ;

"After the Prime Minister has replied to the debate, the amendments that had been moved are disposed of and the motion of thanks put to the House".

پروفیسر خورشید احمد :۔ dispose off کے معنی کیا ہیں ۔ یعنی کہ = ignored
اور by pass اس کے معنی یہ ہیں کہ

they would be put to vote accepted or rejected.

[Prof. Khurshid Ahmed]

Mr. Chairman : No, as a matter of fact if there is a recognized opposition in the sense that it is recognized in other Parliaments, then perhaps a point can be raised that the treasury benches having spoken. The opposition should also reply to that. But we in this House at any rate have not even recognized separate parties.

پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین وہ irrelevant ہے اس لئے کہ اگر ایک فرد بھی خواہ وہ سرکاری پارٹی ہو۔ اگر وہ بھی امنڈمنٹ موو کرتا ہے اور ایوان میں ڈسکشن کے بعد اس کو ڈسپوز آف کیا جاتا ہے تو اس کا قاعدہ یہی ہوگا۔ خواہ پارٹیز ہوں یا نہ ہوں۔ امنڈمنٹ امنڈمنٹ ہونے کی بنا پر۔ dispose of کی جائے گی through proper process جناب چیئرمین یہ قاعدہ ہے۔

Mr. Chairman : There are two things either we follow the precedent;- the precedent as is followed in other countries or we follow the rules that we have framed for this purpose. And there if you refer to Rules (I think it is 32 - 34).

(32) : "Amendments may be moved to a motion of thanks in such form as may be considered appropriate by the Chairman."

(34) : A Minister, whether he has previously taken part in the discussion or not, shall, on the behalf of the Government, have a general right of explaining the position of the Government at the end of the discussion."

And there is no further provision of anything else. The right of reply to a debate would arise only if we had said under Rule 35 something else.

Here it says: "a Minister...." Now the Minister has been given the right to speak even twice. But he shall on behalf of the Government have a general right of explaining the position of the Government and that finishes the whole thing.

پروفیسر خورشید احمد :۔ نہیں مجھے یہ بتایئے کہ امنڈمنٹ موو کرنے کے معنی کیا ہیں۔ یعنی صرف یہ تو نہیں ہے کہ وہ بیان ہو جائے اور اس کے بعد ہم اس کو بائی پاس کردیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ accept ہوگئی یا reject ہوگئی۔

جناب چیئرمین :۔ میں عرض کرتا ہوں کہ پریذیڈنٹ کے ایڈریس کے متعلق امنڈمنٹ ہے یعنی اس کا جو فارم یا formed ہے اس کا بھی اگر آپ خیال رکھیں امنڈمنٹ آپ نے موو کی جیسے میں نے پہلے اس وقت بھی عرض کیا تھا۔

going out of the way. -

. one and a half hour I devoted to your amendment only allowing you to speak on that.

آئیڈیا یہ تھا کہ بعد میں شاید یہ موقع دوبارہ نہ ملے۔ اس کے بعد

Everybody having spoken both on the main motion as well as on the amendment, now, it is for somebody on behalf of the treasury benches to explain the Government position. After that the amendment willbe

[Mr. Chairman]

put to the House. If the House wants a vote on this, it would be voted upon but there are several matters in these very rules which only required it to be put in the form of a question. And it does not require, does not call for a debate in the sense that you are envisaging. It is not an amendment to a Bill which must be disposed of in that sense. It is a simple expression of opinion whether the amendment which you have moved should be added at the end of the motion of thanks or no. This is the difference.

پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین ! آپ مجھے اجازت دیں آپ بالکل صحیح کہہ رہے ہیں ۔ پروسیجر جو ہے وہ ہم نے خود بنائے ہیں اور کچھ ضوابط و قواعد ہیں جو پارلیمانی روایات کا حصہ ہیں ۔ ہمیں کرنا یہ چاہیئے تھا جب محترم وزیر عدل نے موشن موو کی اور میں نے امنڈمنٹ موو کی تو پہلے مجھے موقع ملتا کہ میں امنڈمنٹ پر اپنے خیالات کا اظہار کرتا اور کوئی اظہار خیال کرنا چاہیئے تو وہ اظہار خیال کرتا ۔ اس کے بعد امنڈمنٹ approve ہوتی یا . . . . disapprove ہوجاتی پھر جنرل ڈسکشن ہوتی ۔ ہم نے کام کو آسان بنانے کیلئے یہ بہتر سمجھا کہ بجائے اس کے کہ ڈبل ڈسکشن ہو بہتر یہ ہے کہ دونوں پر ڈسکشن ساتھ ساتھ ہو جائے ۔

Mr. Chairman : There also I tried to accomodate the point of view which you had represented.

پروفیسر خورشید احمد:۔ میں آپ سے کرتا ہوں کہ آپ نے اچھا کیا۔

Mr. Chairman : Just a minute. Last time I remember distinctly and the record would bear that out, We took up the amendments one by one. I think, at that time there were three amendments. Each one was moved. The mover spoke on that and somebody else also spoke on that and he had replied also. Then, it was put to the vote before even discussion on the main motion was started. Now, this was the procedure. But in deference to your request that the two should be taken together. I said, alright, I have no objection to this. But there was no question. Now, you having spoken on the main motion as well as on the amendment. I don't think you can claim at this stage the right to reply to the debate. That right only goes to somebody from the treasury benches.

Professor Khurshid Ahmed : But this is Chairman's discretion.

لیکن جو عام طریقہ ہے وہ وہی ہے۔ اگر ان دونوں کو بریکٹ کر دیا جائے کلب کر دیا جائے تب بھی جو لوگ موو کرتے ہیں ان کو موقع دیا جاتا ہے۔

جناب چیئرمین:۔ عام واقعات میں اور دیگر میٹرز میں آپ کا فرمانا بالکل صحیح ہے۔

but not in the President Address

جناب محمد طارق چوہدری :۔ پوائنٹ آف آرڈر سر۔ جناب عالی! یہ اتنا اہم ایشو ہے جس پر ہم پرسوں سے بحث کر رہے ہیں۔ تو میں اس ڈسکشن کے حوالے سے آپ کی توجہ کورم کی طرف دلاتا ہوں۔

جناب چیئرمین :۔ کورم اگر نہیں ہے تو گھنٹی بجاتے ہیں۔ اگر کورم ہو گیا تو ہو گیا ورنہ

I think again it would bring the whole thng to an end because this sitting would finish. Whether the Minister replies to that or does not. Now, having drawn the attenton of the House to the quorum unless he wants to withdraw the point of or der.

جناب محمد طارق چوہدری :۔ میں with draw نہیں کرنا چاہتا۔

جناب چیئرمین :۔ آپ with draw نہیں کرنا چاہتے تو گھنٹی بجائیے۔

(کورم کی گھنٹی بجائی گئی۔)

Mr. Chairman : We still don't have a quorum, and in that case, I think, the motion will have to be deferred for consideration in the next sitting.

In the meantime, I will read out the prorogation order.

"In exercise of the powers conferred by Clause 1 of the Article 54 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, I hereby prorogue the Senate on the conclusion of its sitting on April 17, 1988".

Sd/- Gen Muhammad Zia-ul-Haq
President

So, the House is adjourned sine die.

[The Senate prorogued]